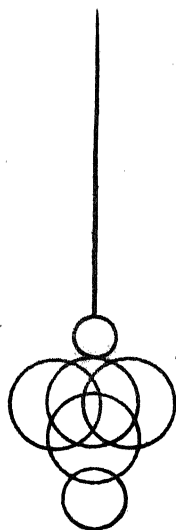


تصویریں



محمد بشیر الدین احمد ساجد

جُملہ حقوق بحق مُصنف محفوظ ہیں

سنہ اشاعت مئی ۱۹۹۳ء

بار اول	۵۰۰ [پانچسو]
ترتیب و ترتین	جناب خواجہ شوق صاحب
کتابت	ضیّر الدین نظامی صاحب
	ریاض خوشنویس
طباعت	انجاز پرنٹنگ پریس، چھتہ بازار حیدر آباد
سرورق	ریاض خوشنویس
طباعت سرورق	سند فی آرٹ پریس رام کوٹ
قیمت	۵۰ روپے
ناشر	محمد ظہیر الدین احمد، بی۔ ایس سی



ملنے کے پتے

237-7-5

بمکان بشیر امجد، نمبر 284/7-5

نزد ڈاکٹر ایم اے غنی کلینک چار قندیل آغا پورہ حیدر آباد

عظیم منش، 86/77-4-9 سالار جنگ کالونی حیدر آباد

فون: 253034

بلقیس منزل مکان نمبر 280 اسپیشل اے کلاس

آغا پورہ نزد چار قندیل حیدر آباد فون: 551412

حسامی بک ڈپو پھلی کمان حیدر آباد



محمد بشیر الدین احمد امجدؑ
رُوشِ اپنی امجدؑ نے بدلی نہیں
کئی لوگؑ چہرے بدلتے رہے

انتساب

میں اپنی یہ ادبی کاوشیں

اپنے فرزندانِ دلبند

محمد ظہیر الدین احمد

محمد فرید الدین احمد

محمد حبیب الدین احمد فاروق

کے نام معنون کرتا ہوں جو

میری متاعِ حیات ہیں

بشیر احمد

نشان سلسلہ	ترتیب و ترتین	صفحہ نمبر	نشان سلسلہ	تخلیقات	صفحہ نمبر
۱	انتساب	۴	۶	جنشِ قلم نے کی ہے فقط تیرے نام سے	۱۶
۲	ترتیب و ترتین	۵	۷	ترم شریف	
۳	اپنی بات	۱۰	۸	اللہ کے گھر کی بھی عجیب شان ہے واللہ	۱۷
	بشیر احمد		۹	نعت شریف	
۴	ایشیر احمد سی شاعری — ایک تاثر	۱۳	۱۰	ہے پیارے نبی کا یہ پیارا مدینہ	۱۸
	ڈاکٹر صادق نقوی		۱۱	ہر اک سانس یا دہنی میں رواں ہے	۱۹
۵	تعارف	۱۴	۱۲	بتاؤں میں کیسے کہ کیا دیکھتا ہوں	۲۰
	جباب محمد فصیح الدین احمد صاحب		۱۳	خدا جس پہ شدید مدینے میں ہوگا	۲۱
			۱۴	غریبوں کے غمخوار تم ہو محمدؐ	۲۲
			۱۵	عنذلیات	
			۱۶	عشقِ بیاں نے رنگ اپنی سنواری	۲۳
			۱۷	اگرماں کوئی نہیں ہے دل اور ہجر نہیں ہے	۲۴
			۱۸	گرداب میں کشتی ہے طوفان کا نظارہ ہے	۲۵
			۱۹	روزِ دہم عشق سنا نہیں آیا	۲۶
			۲۰	درد رکھتے ہیں دوا رکھتے ہیں	۲۷
			۲۱	تمہیں کیا بتائیں کہ کیا ہو گیا	۲۸
			۲۲	وفا سے بھی پیاری بھلا ہے تمہاری	۲۹
			۲۳	کہاں کی مسرت ہے غم ساتھ ہے	۳۰
			۲۴	ہائے کیا مست یہ انگڑائی ہے	۳۱
			۲۵	(قطعہ) اب زمانے کی روش کو بدلنا چاہیے	۳۲
			۲۶	اُن سے نظر ملے ملا کے دیکھ لیا	۳۳

صفحہ نمبر	تخلیقات	صفحہ نمبر	تخلیقات	صفحہ نمبر
۵۵	یہ زلیت کا سامان بڑی مشکل ہے	۳۴	۲۴ دل کے شیشے میں جو بال آتا ہے	۲۴
۵۶	کیا بات ہے کہ آج طبیعت چلی گئی	۳۵	۲۵ ترہ اپیار ہی اب مری زندگی ہے	۲۵
۵۷	قسمت میں سر چھپانے کو اک سائیاں نہیں	۳۶	۲۶ نہ جانے وہ کیوں مسکراتے لگے ہیں	۲۶
۵۸	دل ہوا زیرِ بار کیا کہیے	۳۷	۲۷ آہ جیب بے اثر ہو گئی	۲۷
۵۹	جب بھی تیری نگاہ ہوئی ہے	۳۸	۲۸ کوئی تیلادے فاصلہ کیا ہے	۲۸
۶۰	شب ہجیراں جوان کے غم نہ ہونگے	۳۹	۲۹ سنبھل کر چلو تم زمانہ بُرا ہے	۲۹
۶۱	بوزِ رحم میں سینے میں وہ کس کو دکھانا ہے	۴۰	۳۰ ہاتھوں سے خنسا کے کچھ کام نہیں ہوتا	۳۰
۶۲	نہ دلبر ہے کوئی نہ وہ دلبری ہے	۴۱	۳۱ نہ جانے یہ فرقت میں تنہائی کب تک	۳۱
۶۳	پیار جیب کبھی حضور ہوتا ہے	۴۲	۳۲ ادھر چار ان سے نظر ہو رہی	۳۲
۶۴	زمانے کا یارو عجب ہی چلن ہے	۴۳	۳۳ زیر لب مسکرائے صاحب	۳۳
۶۵	پینے نہ ہے سدا ذرا ساقی سے پوچھئے	۴۴	۳۴ ترے آستان پر جھکی یہ جبین ہے	۳۴
۶۶	چشمِ کرم نے ایک ہی مغموم کر دیا	۴۵	۳۵ نکلتا ہے اب دم ذرا دیکھتا	۳۵
۶۷	لئے تھے کہاں کچھ خیر تو نہیں ہے	۴۶	۳۶ کسی کو تم اپنا بنانے سے پہلے	۳۶
۶۸	دل تو ہمارا لے گئے وہ پیار کے لئے	۴۷	۳۷ وہ جیب سے مرے مہرباں ہو گئے	۳۷
۶۹	ملوں اُن سے جا کر کبھی آرزو ہے	۴۸	۳۸ زندگی کی کشمکش میں کھو گئے	۳۸
۷۰	غیروں سے راہ در رسم طہرہ لگے ہیں آج	۴۹	۳۹ زمیں سے ہے نسبت، نہ اب آسماں سے	۳۹
۷۱	اربابِ وفا کی حالت کا دنیا میں سنبھلنا مشکل	۵۰	۴۰ مقاماتِ آہ و فغاں دیکھ لینا	۴۰
۷۲	باندھ کر وہ ٹکٹکی آتا ہوا جاتا ہوا	۵۱	۴۱ نہ اپنی زباں ہے، نہ اُن کا بیاں ہے	۴۱
۷۳	ہم کو شاید تمہیں بھلانا ہے	۵۲	۴۲ محبت کے لغتے سناتے چلو تم	۴۲
۷۴	تیری آنکھ تو پیار کی انجمن ہے	۵۳	۴۳ زخمِ جو تم نے دیا ہے، وہ ابھی سوکھا نہیں	۴۳
۷۵	زُلف کیا ہے آپ کی گویا کہ اک زنجیر ہے	۵۴	۴۴ مشکل تھا کام، آپ نے آساں بنا دیا	۴۴

تخلیقات	تخلیقات	تخلیقات	تخلیقات
۹۷	گو دور ہستی تجھ سے، مجبور نہیں ہوں میں	۸۷	اب کہاں انتظار ہوتا ہے
۹۸	پھر یا رکھی محفل میں جانا تو ضروری ہے	۸۸	میں مجبور ہو کر مٹایا گیا ہوں
۹۹	پھر نہ اک واردات ہو جائے	۸۹	دل میں اب گھر بنا لیا ہوتا
۱۰۰	ڈوبی ہوئی مستی میں گھٹا جھوم رہی ہے	۹۰	لٹنے والے سے یو چھتے کیا ہو
۱۰۱	بے تاب نکاہیں ہیں، تو بے چین جگر ہے	۹۱	ذرا مسکرا دو خدا کے لئے
۱۰۲	اک بالا اُن سے پھر مری پہچان ہو گئی	۹۲	ترا پیار جب اک بہانہ رہا ہے
۱۰۳	تیاؤ مجھ اور کیا چاہیئے	۹۳	زمین پر قدم، آسمان پر نظر ہے
۱۰۴	شب ہجیر ہے یہ قیامت نہیں ہے	۹۴	زمانے کا ہم نیرہ ہوا یہ کرم ہے
۱۰۵	پیام و سلام اُن کا آتا رہا	۹۵	گھر اپنا بنانے کو جی چاہتا ہے (وطن کی یاد میں)
۱۰۶	زلفوں کی اڑنے کے بجتے رہو گے کی تک	۹۶	اپنی زندہ دلی نے مارا ہے
۱۰۷	کس وقت ہم کو فکر عذاب و ثواب تھی	۹۷	دولوں کے نام، پیار میں بدنام ہو گئے
۱۰۸	بھٹوں میں جیتے ہیں، ستم میں پلے ہیں	۹۸	چھوٹی ٹیسی گر آتش ہے، سن لو تو مناسبت ہے
۱۰۹	منزل کے قریب آکر رستے کا ہیں یارا	۹۹	مرے ساتھ اُن کی ہمیشہ جفا ہے
۱۱۰	کوئی ہم سے ملنے پہ مائل ہوا ہے	۱۰۰	دل سستہ اب ہمارا ہو گیا
۱۱۱	سہارا ہے تیرا، تھی سے محبت	۱۰۱	جانے کیا بات ہے، لوگوں میں سٹھکے ہی رہے
۱۱۲	زخمِ دل اپنا سسی گیا کوئی	۱۰۲	دور پھینکا جناب آجائے
۱۱۳	زمانے کا لوگو پیجا جاتا ہے	۱۰۳	سمجھاؤں ان کو کیسے عالم ہے بخود کی کا
۱۱۴	وہ چشمِ کرم تجھ پر فرمائے تو اچھا ہے	۱۰۴	رسوائی کے لئے کوئی الزام چاہیئے
۱۱۵	آہ و غم میں سدا لٹھلائے رہے	۱۰۵	یہ چین میں، بہار اب کیا ہے
۱۱۶	جہاں آپ بوجھ لے کر مری جاں ہو گئے	۱۰۶	چین کا نظارہ، میرا ہی کٹھن ہے
۱۱۷	عوض میں ستم کے، کرم تجھ کو دیدے	۱۰۷	انے ظلمِ دستم تو نے کس موڑ پہ لا ڈالا

صفحہ نمبر	تخلیقات	نفاذ سلسلہ
۱۶۰	گر لانے سے پہلے ہنسی آ گئی	۱۵
۱۶۱	میرے واسطے اب ستم بھی کرم ہے	۱۵
۱۶۲	حیات اس طرح سے سجائی گئی ہے	۱۵۱
۱۶۳	جب سے نظر ملی ہے ہر اک غم گیا ہے	۱۵۲
۱۶۴	مقدر میں اب روشنی ہی کہاں ہے	۱۵۲
۱۶۵	وعدے ان کے ہزار ہوتے ہیں	۱۵۶
۱۶۶	محبت کی دنیا بسا دینے والے	۱۵۷
۱۶۷	تری آنکھوں کا نشہ ہے کریمیانے میں	۱۵۷
۱۶۸	دردِ دل کچھ تو بڑھاتے جاتیے	۱۵۸
۱۶۹	اس سے ملنے کا مجھے جب بھی خیال آتا ہے	۱۵۹
۱۷۰	کوئی دل کا مکین بن گیا ہے	۱۶۰
۱۷۱	وصلہ مندی کو اپنی آزمانا چاہیے	۱۶۱
۱۷۲	اشک کیوں اس قدر بہاتے ہیں	۱۶۲
۱۷۳	حالِ دل میں تجھے سناتا ہوں	۱۶۳
۱۷۴	ترا پیار دل سے بھلایا نہ جائے	۱۶۴
۱۷۵	دردِ دل کی داستان کا ذکر کیا	۱۶۵
۱۷۶	جب بھی ملتے ہیں وہ بیتاب نظر آتے ہیں	۱۶۶

اپنی بات —

میرا نام محمد بشیر الدین احمد ہے۔ امجدہ تخلص اور وطن محبوب نگر۔

زمانہ طالب علمی میں ہی گو میری شاعری کا آغاز ہوا لیکن قیام محبوب نگر کے دوران مجھ میں نہ صرف روایتی مضامین میں شعر گوئی کا سلیقہ آگیا بلکہ وہاں کی ادبی فضا نے میری شعری صلاحیتوں کو نئی نئی منزلوں سے روشناس کرایا اور میں خود کو ایک مکمل شاعر سمجھنے لگا۔

جب میں نے علی دنیا میں قدم رکھا تو زندگی کی کشمکش سے دوچار ہونا پڑا مطالعہ کی جگہ مشاہدہ نے لے لی۔ روزمرہ کے تلخ تجربات اور کشمکش حیات نے نئے قسم کے افکارات کو جنم دیا۔ حالات کے ذریعے پیدا ہونے والے افکار و نظریات میرے قلب پر اثر انداز ہونے لگے اور میں زندگی کے حقائق کو شعری جامہ پہنانا رہا۔ حقارت جگر مراد آبادی نے جس دل پذیر اسلوب بیان سے مجھے روشناس کیا تھا اور فن شعری کی باریکیاں سمجھائی تھیں ان پر کما حقہ عمل کرتے لگا۔ تہذیب سخن کے ہمنوا اور زندگی کی سچائیوں کے عرفان نے میرے شعور حقیقت کو پختگی بخشی اور میں محبوب نگر کے ہر شاعرے میں شریک ہو کر اپنے کلام کو صاحبان ادب کے سامنے پیش کر کے رویہ روز مقبول ہوتا گیا۔

محبوب نگر سے میری حیدرآباد کی منتقلی نے مجھے نئے تصور حیات اور فکری بلندیوں سے واقفیت کا موقع مہیا کیا۔ یہاں آنے کے بعد سے رنگ سخن اور نکھر نے لگا۔ حیدرآباد کی زندگی کے نئے تجربات اور مشاہدات نے میرے کلام میں سلیقہ مندی اور فکارانہ صلاحیتوں کا اضافہ کیا۔ میرے ذہنی ارتعاش، دل کی خلش اور شدت احساسات کو میں پُر خلوص اعتماد

کے ساتھ اپنی غزلوں میں پیش کرتا رہا۔ میرا کلام جگ بیتی نہیں آپ بیتی ہے۔ نیز خارجی حالات کی لہروں نے بھی میری بصیرت کو فروزاں کیا اور اس طرح میرے اشعار میں ہمہ گیریت نمایاں ہونے لگی اور میں اپنی واردات و کیفیات قلبی کو روانی کے ساتھ غزل کے سانچوں میں ڈھالنا لگا۔ میرے اشعار میں شعورِ زیست کی فراوانی اور کیفیتِ اثر آفرینی پیدا ہوتی گئی۔

حیدر آباد کے کئی مشاعروں میں، میں نے شرکت کی اور اُستادانِ فن خصوصاً جناب خواجہ شوقِ صاحب کے فیض سے سرفراز ہوا۔ ریڈیو اور ٹی۔ وی۔ پر بھی میں نے اپنے کلام کو صاحبانِ ذوق کے سامنے سامنے پیش کیا۔

تصویں حیات میرا دوسرا مجموعہ کلام ہے جس میں پہلے مجموعہ کلام ”رنگِ حیات“ کے بعد کے کلام کے علاوہ ایسی غزلیں شامل ہیں جو پہلے مجموعہ میں شریک نہ کی گئی تھیں۔ اس مجموعہ کی بعض تخلیقات ادبی رسائل اور روزنامہ ”سیاست“ میں شائع ہو چکی ہیں۔

چونکہ عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں، اسلئے اپنی تخلیقات کو دو کتابی صورتوں میں بطور یادگار پیش کر دیا۔

’انفس میں اُن تمام اصحاب کا فرداً فرداً شکر گزار ہوں جنہوں نے اس سلسلے میں ہر طرح میرا ہاتھ بٹایا۔ فقط

محمد بشیر الدین احمد امجد
ریٹائرڈ سکریٹری مارکنگ ڈیپارٹمنٹ
قریب چار قذیل (آغا پورہ)

ڈاکٹر ایم۔ اے۔ غنی کلینک مکان نمبر 5-7-284

بشیر امجد کی شاعری — ایک تاثر

فکرو فن کے راستوں کا سفر راہی کے عزم و ارادہ اور اُس کی صلاحیتوں کا آئینہ دار ہوتا ہے، قدم قدم آگے بڑھتا ہوا راہی، راہ کی الجھنوں اور پیچ در پیچ آنے والے مسائل کو جس حد تک اپنی ذات میں سمولیتا ہے۔ اُسی حد تک وہ لفظوں کے سہارے ان کا اظہار کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اسی لئے شاعری اور شاعر کی ذات کا بڑا گہرا ربط ہوتا ہے۔ کبھی یوں ہوتا ہے کہ شاعری، شاعر کا پیکر اُبھارتی ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ شاعر کی ذات کا ہر فال اُس کے اشعار میں معنی اور وسعت بخشتا ہے۔

میرے اپنے خیال میں بشیر امجد صاحب کی شاعری کو اُن کی شخصیت کے پس منظر میں دیکھنا اُن کی شعری صلاحیتوں کے سمجھنے میں سودمند ہے۔ وہ آج کے انسان ہیں، لیکن کل کی تہذیب اُن کی شخصیت سے ٹوٹ ٹوٹ کر بستی ہے۔ سُرخ و سفید چہرہ، متوازن جسم، روشن آنکھیں اور ان سب کے ساتھ ساتھ نفاست پسندی ایک ایسا پیر بناتی ہے جس سے کوئی بھی دیکھنے اور ملنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ ان کی شخصیت سے اُن کی شاعری کا ربط یوں ہے کہ اُن کی شاعری بھی اسی نفاست پسندی کی آئینہ دار ہے۔ آپ اُن کی غزلوں کو پڑھیئے نہ آپ کو کہیں الجھنیں ہوں گی، نہ آپ شعر پڑھ کر اُس کو سمجھنے کے لئے حیران و پریشان ہوں گے۔ صاف صاف لفظوں میں کھلی کھلی باتیں کرتے کا فن بشیر امجد نے اپنا یا ہے۔ ادب کی دنیا کے صاحبانِ فکر و نظر ایسی شاعری کو روایت پسندی کا نام دیتے ہیں۔

یوں ادب کو خانوں میں تقسیم کرنے کے لئے چاہے کوئی بھی اصطلاح استعمال کی جائے۔
 لیکن بات یہ ہے کہ ادب اور خاص طور سے شاعری ایک مسلسل بہتے ہوئے دریا کا دھارا ہے،
 جسے پنج سے کاٹ کر تقسیم کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور پھر جہاں شاعر کو خود ہی ماضی کی دیوالت
 سے پیار ہو تو اس کی شاعری کو اگر روایتی شاعری کہا بھی جائے تو کیا نقصان ہے۔
 آپ بشیر احمد کی شاعری پڑھیے۔ ہلکی پھلکی زبان میں روان دوان شعر ملیں گے، جو
 ایک طرف ماضی کی روایات سے جڑے ہیں تو دوسری طرف حال کے مسائل سے
 مربوط ہیں۔

میں اس مجموعے سے جانے کتنے شعر اپنے خیال کی تصدیق میں پیش کر سکتا ہوں
 لیکن میں ارادتا ایسا نہیں کر رہا ہوں تاکہ میرے انتخاب کا اثر مجموعے کے پڑھنے
 سے پہلے ہی آپ کے ذہن پر مرتب نہ ہو۔

میں اس کا یقین رکھتا ہوں کہ آپ بھی اس مجموعہ سے اتنے ہی محظوظ ہوں گے
 جتنا میں ہوا ہوں۔ فقط

ڈاکٹر صادق نقوی ایم۔ اے، ایم۔ فل۔ پی۔ ایچ۔ ڈی
 دیپارٹمنٹ آف ہسٹری۔ عثمانیہ یونیورسٹی۔

مکان نمبر ۱/۱۶-۳۶۱-۸-۲۲، دارالشفاعہ۔
 حیدرآباد ۲۴...۱۵

تعارف

محترم شہید الدین امجد میرے چھوٹے بھائی ہیں۔ لڑکپن سے ہی وہ خاندانی ادبی ماحول سے متاثر ہوتے رہے۔ کمپنی میں ہی انھوں نے شعر گوئی کا آغاز کیا اور مشاعروں میں مدعو ہونے لگے۔ ابھی وہ اٹھویں جماعت میں تھے کہ ایک مشاعرہ میں شہنشاہ تغزل جگر مراد آبادی سے متعارف ہوئے۔ پھر دونوں میں کچھ ایسا رابطہ بڑھا کہ دوسرے دن جگر نے نہ صرف انہیں شرف میزبانی سے نوازا بلکہ اپنے مربیانہ، مشفقانہ اور استادانہ انداز میں اصناف شاعری کے سارے باب ان کے سامنے دکھائیے۔ شاعرانہ نزاکتوں اور لطافتوں سے انہیں واقف کرایا اور کچھ اس طرح ہمت افزائی کی کہ امجد نے نئی طرزِ ادا، نیا اسلوب بیان اور نئے طریقہ اظہار کو اختیار کر کے اپنے کلام کو دل پذیر و دل آویز کر دیا۔ ان کی شاعرانہ صلاحیتیں اُجاگر ہونے لگیں اور اپنی کم عمری کے باوجود وہ فن شعر گوئی میں روز بروز ترقی کے مارچ طے کرتے گئے۔ انہیں نعت گوئی سے بھی شغف رہا مگر بنیادی طور پر وہ غزل گو شاعر ہی بنے رہے۔

امجد کا لہجہ خوش گُن، زبان آسان اور انداز منہر دہے، ان کے کلام میں شوخی بھی ہے اور لطافت بھی، سوز و گداز بھی ہے اور ذاتی تاثرات کے نقش و نگار بھی، غم دور ان کا تذکرہ ہے تو غم جاناں کا سلسلہ بھی۔

زندگی کے نشیب و فراز نے ان کی شاعری کو ایک نئے رنگ سے آشنا کیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی شاعری اور زندگی میں کافی مطابقت پائی جاتی ہے۔ جوں جوں وہ دنیا کے حادثات اور غمِ عالم کی پرچھائیاں سے روشناس ہوتے گئے۔ ان کے نقوش اور تاثرات کو انھوں نے شعری جامہ پہنا ڈالا۔ جہاں وہ گرد و پیش کے حالات سے اپنے شائستہ احساس کو نمایاں کرتے

رہے وہیں دل کے پوشیدہ جذبات کو عیاں کر کے دکھاتے رہے۔ ان کا کلام جذباتی احساسات کا آئینہ ہے شعورِ زیست کے ساتھ گئی حیات کے اشارے پر سوز کیفیت پیدا کرتے لگتے ہیں۔

کہیں ان کے کلام میں دلیری و دلداری کا ذکر ملتا ہے تو کہیں تشنگی و آسودگی کا کرب و اضطراب۔ نیز رومانی اور جمالیاتی پس منظر کو کچھ اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ ان کے کلام کے پڑھنے والوں اور سننے والوں کے اپنے دل دھڑکنے لگیں۔

آج کل فطری شاعر ہونے کے سبب زود گو بھی ہیں اور خوش گو بھی۔ امید کرتا ہوں کہ وہ ادبی و شعری دنیا میں کافی مقبول ہوں گے۔ ان کا پہلا مجموعہ کلام ”رنگِ حیات“ جولائی ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا۔ مجھے قوی توقع ہے کہ یہ دوسرا مجموعہ کلام بھی ادبی حلقوں میں پسندیدہ نظر سے دیکھا جائے گا۔

محمد فصیح الدین احمد
سینیر جج

’عظیم منیشن‘ مکان نمبر ۷۶/۸۰-۴-۹، سالار جنگ کالونی، حیدرآباد۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حمد

جَنِّشِ قَلَمِ نَے کِی ہرُ فقط تیرے نام سے
 یہ چاند کی ضیاء، یہ ستاروں کی آبِ تاب
 طاقِ مجھے ملی ہے فقط تیرے نام سے
 ہر اک میں روشنی ہے فقط تیرے نام سے
 علم و ہنر میں جو بھی میری خامیاں ہیں
 تیرا ہی مجھ پہ جسم و کرم اور فضل ہے
 سرِ سبزِ زندگی ہے فقط تیرے نام سے
 آفت مری ملی ہے فقط تیرے نام سے
 ہر سانس چل ہی ہے فقط تیرے نام سے
 اُس کو خوشی ملی ہے فقط تیرے نام سے
 ہر اک کی زندگی ہے فقط تیرے نام سے
 دشت و جبلِ گلشن و افلاک بحسبِ رُب

تیری عنایتوں ہی سے اُجھد ہے شادماں

عزت اُسے ملی ہے فقط تیرے نام سے

حرم شریف

اللہ کے گھر کی بھی عجب شان ہے واللہ

انوار کی برسات ہر اک آن ہے واللہ

مرکز تو یہی ایک ہے، مومن کے دلوں کا

ہے ہر س و ناکس کی پہچان ہے واللہ

یہ گھر ہے خدا کا، جسے سب کہتے ہیں کعبہ

ہم سب کا یہی تو یقین ایمان ہے واللہ

اسلام کے ارکان میں اک فرض ہی حج بھی

کروں اسے پورا میں یہ ارمان ہے واللہ

تم عمر میں اک بار چلے آؤ کم از کم

رحمت یہاں بڑی ہے بڑی ان ہے واللہ

جب غسل ہوا تیرا تو اچھا چلا آیا

کیا شانِ کریمی ہے، یہ کیا شان ہے واللہ

نعت شریف



ہے پیالے تجی کا یہ پیارا مدینہ
 تڑپا مے دل کی تجھتی نہیں ہے
 یہیں آ کے پائی اماں ہر کسی نے
 عجب بخودی رہے عجب بے کلی ہے
 کھلی آنکھ میری تو کیا دیکھتا ہوں
 نظر میں بسا ہر دل آرا مدینہ
 محمد کے ہم ہیں ہمارا مدینہ
 بدلاو مجھے بھی خدارا مدینہ
 بنا ہے ہر اک کا سہارا مدینہ
 جنتوں میں ہر اک نے پکارا مدینہ
 نظر میں بسا ہر دل آرا مدینہ

بجز اس کے کوئی نہیں راہ را بحد

مصیبت میں سب کا سہارا مدینہ

نعت شریف



ہر اک سانس یادِ نبیؐ میں رواں ہے

زباں ہے کہ ہر وقت رطبُ اللسان ہے

برستے ہیں رحمت کے انوار ہر سحرِ نو

دلوں میں ہر اک کے جو دردِ نہاں ہے

جمالِ نبیؐ کا نظارہ ہو جس کو

نصیب اُس کو سیرِ عالم دو جہاں ہے

ہوا سامنے سیرِ جالی کا جس کو

نہ پوچھو کہ اُس کا ستار کہاں ہے

حبیبِ خدا ہیں چہاں جلوہ خرا

یہی وہ جگہ ہے یہی وہ مکاں ہے

اقدامِ جس نے لکھا و یادِ نبیؐ میں

مقدّر میں اُس کے زمیں آسماں ہے

عجیب شان ہے اُن کے روضہ کی افجد

ہزاروں کا مجمع رواں ہر دواں ہے

نعت شریف

بتاؤں میں کیسے کہ کیا دیکھتا ہوں بشکل محمد خدا دیکھتا ہوں
 گذری یارب ہو سوئے مہینہ تصور میں طیبہ سدا دیکھتا ہوں
 تڑپ میر دل کی مجھے گی نہ ہر گز اسی در پہ دل کی فدا دیکھتا ہوں
 نظاروں کی کوئی نہیں مجھ کو حاجت جمالِ رسولِ خدا دیکھتا ہوں
 رہ گمراہی پر بھٹکتی ہے امت بتا میرا ملک یہ کیا دیکھتا ہوں

نظر جیسے ہے سبز جالی پہ امجد

ہر اک روز، روزِ جزا دیکھتا ہوں

نعتِ شریف



تھلا جس پہ شیدا مدینے میں ہوگا محمد وہ پیارا مدینے میں ہوگا
 نہیں کوئی تسکین کا سماں کہیں بھی دلوں کا مداوا مدینے میں ہوگا
 نظر کیوں تمھاری پریشاں ہے اتنی چلو اپنا مولیٰ مدینے میں ہوگا
 بسالوں نظر میں ہری جالیوں کو اب آنکھوں سے کٹا مدینے میں ہوگا
 نبی کی محبت کو کیا پوچھتے ہو شفاعت کا نقشہ مدینے میں ہوگا
 نہ گھبراؤ اے مومنو! آفتوں سے غموں کا ازالہ مدینے میں ہوگا

فقط یادِ طیبہ ستاتی ہے امجد

جنوں کا یہ سودا مدینے میں ہوگا

نعت شریف



غریبوں کے غم خوار تم ہو محمدؐ سکونِ دل زار تم ہو محمدؐ
 دکھاؤ گمانے کو رستہ خدا کا دو عالم کے سرکار تم ہو محمدؐ
 جہاں سے مٹایا ہے ظلمت کو تم نے کہ رحمت کے مینار تم ہو محمدؐ
 تمہیں نور دیں ہو تمہیں نور دنیا خدائی کے انوار تم ہو محمدؐ
 ہے تم سے ہی تقی و عالم کی رفیق دو عالم کے مختار تم ہو محمدؐ
 بلایا خدا نے سرِ عرش تم کو اُسی کے بھی حقدار تم ہو محمدؐ

تڑپتا ہے امجدِ بکالو اسے بھی

کہ نبیوں کے سردار تم ہو محمدؐ

غزلیات

عشقِ مبتلاں نے زندگی اپنی ستوار دی
 غم دے کے کائناتِ دل و جاں نکھار دی
 صحرا کی پرسکوں فضا خوب تھی مگر
 آواز کس نے آج مجھے بار بار دی
 دُنیا کے رنگ روپ پہ مرنے سے فائدہ
 جب زندگی ہی تُو نے ہمیں مستعار دی
 یارب تیری عطا کا نہیں ہے کوئی حساب
 نعمت جو تُو نے دی ہے مجھے بیشمار دی
 ہر حال مجھ کو پنیاتھا پی کر دکھا دیا
 ساتی تیری نگاہ نے مجھ کو ادھار دی
 پھولوں کی بات کیا کہ ہیں کتنے بھی غمزدہ
 پروردگار تُو نے یہ کیسی بہار دی
 اُجھلا یہ کھپا راز ہے کس کا ہے یہ کرم
 کس نے قلم میں طاقتِ بے اختیار دی



ارمان کوئی نہیں ہے، دل اور جگر نہیں ہے
 اک زندہ لاش ہوں میں، کوئی بھی گھر نہیں ہے
 ہے نطفہ ام قدرت مایوس تم نہ ہوتا
 کتنی طویل شب ہے جس کی سحر نہیں ہے
 تم اپنے گیسوؤں کو اُلجھا رہے ہو پھر کیوں
 کچھ ایسا رنگ بھر دو جس میں ضرر نہیں ہے
 اُمید رکھ کے میں نے پیغام اُن کو بھیجا
 خط کا پتہ نہیں ہے خود نام برد نہیں ہے
 گلشن پرست ہوں میں گل سے ہے مجھ کا غبت
 حائل جو خار ہوں گے کچھ اُن کا ڈر نہیں ہے
 نظریں چرا کے اُس نے دیکھا ہے میری جانب
 کس نے کہا کہ اے دل اس کو خبر نہیں ہے
 اک سنگدل سے آج کی دوستی ہے تم نے
 آہیں کرو کہ نالے اُس پر اثر نہیں ہے



گرداب میں کشتی ہے، طوفاں کا نظارہ ہے
 ہو جائے کرم تیرا، اب دُور کتنا ہے
 پاس اپنے بلا لیتے، یا خود ہی چلے آتے
 سوچا تو ذرا ہوتا، کس دل نے پکارا ہے
 رقرار زمانہ نے وہ کھیل کھلائے ہیں
 جینا ہے بہت مشکل، مرنے کا نہ یارا ہے
 گھنگور گھٹا میں ہیں آنکھوں میں نمی سی ہے
 وہ پھر بھی نہیں آئے، کیا حال ہمارا ہے
 مجبور سدا کا ہے، مختار کہاں انساں
 پھر تہمتِ مختاری اب کیسے گوارا ہے
 اب کیسے بیاں ہوگا، جو مجھ پہ گذرتی ہے
 اللہ تری مرضی، اب تیرا سہارا ہے
 اے کاش ترا وعدہ، پورا جو کبھی ہوتا
 عاشق ترا تھک تھک کر، دنیا سے سدا ہے
 ہنس ہنس کے سہے ہم نے ہر سلم و ستم ان کے
 کیا کرتے دل و جاں پر، جب ان کا اجارا ہے
 سنتے ہیں بہت شہرت آجہد کی زلمنے میں
 جس سمت چلے جاؤ، اس کا ہی پکارا ہے



روداد غم عشق، سنانا نہیں آیا
 وہ آئے تو یاد اپنا، فسانا نہیں آیا
 ہم کیسے کہیں دینے میں کوتاہی ہوئی ہے
 شاید ہمیں خود ہاتھ بڑھانا نہیں آیا
 ہم آگ بجھاتے رہے غیروں کے گھروں کی
 خود دل میں لگی آگ بجھانا نہیں آیا
 ملاح ترا آج، بھسم ٹوٹ گیا ہے
 طوفان سے کشتی کو بچانا نہیں آیا
 ہم خود تو زمانے کے بے وقف ہو گئے تھے
 آفت جو پڑی ہم پہ زمانہ نہیں آیا
 خود برق بڑے پیار سے آئی ہے مدد کو
 جب ہم کو نشیمن ہی سجانا نہیں آیا
 کیا بات ہے اس طرح چلا روٹھ کے کوئی
 آجحد تمہیں، ہمدم کو منتنا نہیں آیا



درد رکھتے ہیں، دوار کھتے ہیں
 ماسوا، اس کے وہ کیا رکھتے ہیں
 چھو کے ان کو چلی آجلے صبا
 گھر کے ہر در کو کھلا رکھتے ہیں
 ہم سے تھوڑی سی شناسائی ہے
 ریشہ، وہ غریبے کیا رکھتے ہیں
 دل کے شعلوں کو بجھانے کے لئے
 اپنے دامن کی ہوا رکھتے ہیں
 جو بھی کرتے ہیں عنایت ان کی
 ان کی ہر بات روار کھتے ہیں
 لازم کو لازم ہی رکھنے کے لئے
 دل کے زخموں کو چھپا رکھتے ہیں

زندگی یوں ہی کٹی ہے امجد
 ان سے اُمیدِ وفا رکھتے ہیں



تمہیں کیا بتائیں کہ کیا ہو گیا
 بنگا ہوں کا بِلٹا، بُرا ہو گیا
 نشانہ لگایا تھا اُس نے مگر
 ذرا تپہ اُس کا خطا ہو گیا
 کوئی بھی غلط نہ اپنا آتا نہیں
 مرا عِسم بھی حد سے سوا ہو گیا
 مسیحا کی کوئی ضرورت نہیں
 چلو درد، خود ہی دوا ہو گیا
 خدا ہی محافظ ہے کشتی کا اب
 پریشان خود، ناخدا ہو گیا
 چلو اُس نے دیکھا تو مُڑ کر رہیں
 چلو پیار کا حق ادا ہو گیا
 کسی آسِ رے کی ضرورت نہیں
 مرا عِسم، مرا آسِرا ہو گیا
 نہیں دیکھا آج کل نے اُس کو مگر
 فقط نام پر ہی خدا ہو گیا



وفا سے بھی پیاری جفا ہے تمہاری
 ہر اک سے زوالی ادا ہے تمہاری
 سرِ دارِ مَسْرُور ہوتا ہے کوئی
 بہت خوب صورت سنا ہے تمہاری
 تمہیں کیا بتاؤں کہ کیا ہو رہا ہے
 مرے دل کے اندر اُصدا ہے تمہاری
 تمنا ہی باقی نہیں اس کو کوئی
 جو گھٹا اُل نظر سے ہوا ہے تمہاری
 اُسی کے تو منزل قدم چومتی ہے
 تمنا میں جو بھی چلا ہے تمہاری
 زلزلے میں بدنام، رُسوا ہوئے ہم
 محبت کا پھل یہ ملا ہے تمہاری
 کسی نے نہ کوٹا تھا آجھ کو لیکن
 وہ آکر گلی میں لٹا ہے تمہاری



کہاں کی مسرت ہے غم ساتھ ہے
جیستہ جہاں کیا ہے اکلات ہے

نہ غمخوار ہے اور نہ مونس کوئی
دکھاوے کی ظاہر میں ہر بات ہے

بہاروں میں بھی پھول کھلتے نہیں
یہی دورِ حاضر کی سوغات ہے

پنچھاور ہے اُن پر سے جانِ عزیز
وہ آئیں مرے گھر تو کیا بات ہے

ذرا پوچھ لے، آکے آجدا سے تو
کہ وابستہ جس سے تیری ذات ہے



ہائے کیا مست یہ انگریز آئی ہے
 ہر نظر آپ پہ لچائی ہے
 جانے کیوں مفت میں رسوائی ہے
 کچھ عجب یہ ستم آرائی ہے
 بے وفائی ہو مُبارک تم کو
 شبِ فُتوت میں اس آئی ہے
 دیکھ کر ان کی سیہ لہروں کو
 پارسلوں کو بھی موت آئی ہے
 اپنا پینے کا ارادہ ہی نہ تھا
 جانے کیوں کالی گھٹا چھائی ہے
 یہ تو رودادِ الم ہے اپنی
 کیوں تری آنکھ بھی شرمائی ہے
 دوستو! اب میں کہاں ہوں تنہا
 ان کا غم شاملِ تنہائی ہے



اُن کی نظروں سے نکل کر ہم نے
 دل کے گوشہ میں جگہ پائی ہے
 پی کے دو گھونٹ بہکنے والو
 میسکدے کی بڑی سُووائی ہے
 جانے کیوں لوگ یہی کہتے ہیں
 یہ تو امجد بڑا سودائی ہے



قطعہ

اب زمانے کی روشنی کو بدلنا چاہیے
 زندگی کو اک نئے سایے میں ڈھلنا چاہیے
 وقت سے اتحاد تمہیں سمجھوتہ کرنا ہے اگر
 مُسکرا کر حادثوں کے ساتھ چلنا چاہیے



اُن سے نظریں ملا کے دیکھ لیا
 دل کو اپنے لٹا کے دیکھ لیا
 وہ ادا، وہ حیا، وہ انگریزائی
 حُسن کو آزما کے دیکھ لیا
 یحیٰں دل کو مرے کبھی نہ ملا
 سوزشِ غم بڑھا کے دیکھ لیا
 پارسائی کا جن کو دعویٰ تھا
 اُن کو میخانہ لا کے دیکھ لیا
 اُن کی اُلفت کے آزمانے کو
 اپنا سب کچھ لٹا کے دیکھ لیا
 اُن کی دُنیا سنوارنے کے لیے
 اپنی دُنیا مٹا کے دیکھ لیا
 برق کا پاس تھا بہت آجدا
 اَشیاں بھی جلا کے دیکھ لیا



دل کے شیشے میں جو بال آتا ہے
 جانے کیوں تیرا خیال آتا ہے
 دیکھنے چاند کو میرے اکثر
 آسماں پر بھی ہلال آتا ہے
 جانے کیوں، زلفِ سیاہ دیکھ کے اب
 بادلوں کو بھی حلال آتا ہے
 کیوں منور ہے شبِ غم اپنی
 کون سا ماہِ جمال آتا ہے
 کس سلیقے سے وہ آتا ہے یہاں
 تان کر زلف کا جال آتا ہے
 دیکھ کر میری تباسی اکثر
 اُن کے چہرہ پہ ہلال آتا ہے
 توبہ کے بعد بھی پیسے اُٹھ جاتا ہے
 تھوڑی سیلے کا خیال آتا ہے



ترا پیار ہی اب مری زندگی ہے
 تجھے یاد کرنا مری بندگی ہے
 زمانے کا کچھ خوف مجھ کو نہیں ہے
 جو تو مل گیا ہے تو پھر کیا کمی ہے
 ہے دشوار اب شیشہٴ دل بچانا
 یہ سُنتے ہیں دل آپ کا آہنی ہے
 کہاں تک فریبِ محبت ہوشم سے
 یہ دل کی لگی ہے یا اک دل لگی ہے
 کبھی طمّ دھانا، کبھی دل جسدانا
 بتاؤ تمہاری یہ کیا بے سنی ہے
 تیری آنکھ سے پی کے ہوں مست ہر دم
 یہی جامِ میسر، یہی میکشی ہے
 یہ جینے کی حسرت، نہیں ٹھیک احمد
 کہ مر مر کے جینا بھی کوئی زندگی ہے



نہ جانے وہ کیوں سُکرانے لگے ہیں

میری زلیست پڑ پھٹے سر چھانے لگے ہیں

چمن میں حُدارا نہ آؤ کبھی تم

کہ غنچے بھی اب تھر تھرانے لگے ہیں

تعلق نہیں جب کوئی ان کو ہم سے

تو پھر کیوں ہمیں وہ ستانے لگے ہیں

ذرا آ کے دیوانوں کا حال دیکھو

کہ چاہت میں آنکھیں بچھانے لگے ہیں

یہ ہے پیار کی انتہا ان کے شاید

کہ چلن وہ دل کی اٹھانے لگے ہیں

مرے دل کا ہے امتحان پھر شاید

کہ وہ پھر مجھے آزمانے لگے ہیں

چلے آئے وہ سامنے بوجا چانک

تو امجد بھی اب لڑکھڑانے لگے ہیں



آہ جب بے اثر ہو گئی
زندگی مختصر ہو گئی

ہم سے ممکن نہ تھا دوستو
بات اُن سے مگر ہو گئی

گھپ اندھیرے میں آگئے
جانے کیسے سحر ہو گئی

رتنے کیجئے تھے کہ بس
بحلیوں کو خبر ہو گئی

خستہ حالی پہ نازاں ہیں ہم
آنکھ کیوں اُن کی تر ہو گئی

درد و غم اور رنج و الم
زندگی یوں بسر ہو گئی

ہمسفر راہِ بسر ہی تو تھا
راہ کیوں پُر خطِ سر ہو گئی

کوئی سمجھائے اُجد ہیں
چاہ کیوں مستبر ہو گئی



کوئی بتلا دے فاصلہ کیا ہے
 میری منزل کی انتہا کیا ہے
 میں نے کی تھی دُعا تمہارے لئے
 سامنے تم ہو تو دُعا کیا ہے
 جان حاضر ہے، آپ کی خاطر
 زندگی میں کوئی مزہ کیا ہے
 چارہ گر کیوں نظر نہیں آتا
 آخر اُس کو بھی اب ہوا کیا ہے

تم بھی پیتے ہو، ہم بھی پیتے ہیں
 زاہدو، ہم سے پھر گلا کیا ہے
 بدلے بدلے یہ کیسے تیور ہیں
 جانے اب ان کو ہو گیا کیا ہے
 پیار کرنا تھا، پیار کرتا ہوں
 کوئی کہہ دے مری سزا کیا ہے

ہم تمہارے ہیں، تم ہمارے ہو
 پیار کر لو تو پھر بُرا کیا ہے
 آ رہے ہو، کہاں سے تم ابجد؟ گھر سے دُور اتنی میکہہ کیا ہے



سنبھل کر چلو تم زمانا بُرا ہے
 ہر اک کی زیاں پر فسانا بُرا ہے
 سنا ہے کہ تھک کر بہت سو گیا ہے
 اٹھاؤ نہ اُس کو جگاتا بُرا ہے
 یہ دل بھی تمہارا، یہ جاں بھی تمہاری
 بنا کر تم اپنا، گِیرانا بُرا ہے
 کبھی ہم سے چھیننا، کبھی روٹھ جانا
 ستانا اور اتنا ستانا بُرا ہے
 اگر تم کو آنا ہے آکر دکھاؤ
 ہمیشہ تمہارا بہانا بُرا ہے
 اگر یاد آؤں تو دل میں بٹھالو
 مجھے یاد کر کے بھلاتا بُرا ہے
 چلا آگیا ہوں تو رہنے بھی دیجئے
 بھری بزم سے یوں اٹھانا بُرا ہے
 سنبھالو بھی آج، ذرا اپنے دل کو
 حسینوں کا ظالم نشانا بُرا ہے



ہاتھوں سے شناسا کئے، کچھ کام نہیں ہوتا
 جو نفس کا بندہ ہے وہ آرام نہیں ہوتا
 چلتا ہے جو رہ حق کا ناکام نہیں ہوتا
 سراپا کھٹاتا ہے بے دام نہیں ہوتا
 پیاسے نہ پلٹتے گر، میخوار ترے در سے
 ساقی ترا مئے خانہ بدنام نہیں ہوتا
 دل دینے سے پہلے ہم کچھ غور بھی کر لیتے
 ورنہ کبھی اپنا یہ انجکام نہیں ہوتا
 جو رنگ ہے صحبت کا دھل جائے ممکن ہے
 جو نقش ہے فطرت کا وہ خام نہیں ہوتا
 ہر گام بلائیں ہیں، ہر لمحہ مصیبت ہے
 پل بھر کے لئے دل کو آرام نہیں ہوتا

وہ دُور کریں تجھ کو، یا قُرب میں لیں آج
 مخصوص جو بندہ ہے، وہ عام نہیں ہوتا



نہ جانے یہ فرقت میں تنہائی کب تک
 ہر اک گام پیراُن کی پرچھائی کب تک
 ادھر آپ کی کٹ رہی ہے مڑے میں
 جہاں میں ہماری یہ رسوائی کب تک
 نہ جانے عنایتِ ادھر اُن کی کب ہو
 بجے گی مرے دل کی شہنائی کب تک
 زمانہ ہوا ترکِ اُلفت کو اپنے
 رہے گی مگر یونہی رسوائی کب تک
 یہ مانا کہ ہے غیر سے تم کو اُلفت
 بھری بزم میں اپنی رسوائی کب تک

تمہارے کرم کا ہے محتاجِ امجد
 کرو گے نہ اس کی پذیرائی کب تک



ادھر چار اُن سے نظر ہو گئی
مگر دل کو اس کی خبر ہو گئی

شبِ غم بھی ایسی بسر ہو گئی
جلی شمع لیکن سحر ہو گئی

وہ آئے نہیں آخری سانس تک
دعا اپنی کیوں بے اثر ہو گئی

نہ پوچھو مری زیست کا ماجرا
بہر حال اپنی گذر ہو گئی

وہ آئے چمن میں غضب ہو گیا
چمن کی فضا منتشر ہو گئی

زمانے میں چرچے نہ تھے پیار کے
کوئی ہنس سے لغزش نہ ہو گئی

نظر اُن سے امجد جو اپنی ملی
زمانے کو اس کی خبر ہو گئی



زیر لب مسکرائے صاحب	بجلیاں کچھ گرا ئے صاحب
تشنگی کو مٹائیے صاحب	کچھ نظر سے پلا ئے صاحب
غیر سے راہ و رسم یہ کب تک	ہم کو بھی آزمائیے صاحب
زندگی کو سنوارنے کے لیئے	مرے گھر آپ آئیے صاحب
دوری کب تک رہے گی یہ آخر	کچھ قریب اور آئیے صاحب
شکوہ کرنے کے ہم نہیں عادی	بات کیا ہے بتائیے صاحب
دل کو حاصل ہو تقویت جس سے	ایسی باتیں سنائیے صاحب
تاکہ گزری بہار لوٹ آئے	پھر سے کچھ گل کھلائیے صاحب

غم زدہ ہے یہ آپ کا انجیل
اس کو اپنا بنائیے صاحب



ترے آستان پہ صُجھکی یہ حبیبیں ہے
 میرے دل کو تیرے کرم کا لہتیں ہے
 ذرا آپ آکر مراحاں دکھیں
 نہ دل کا مکاں ہے نہ کوئی مکیں ہے
 فنا ہو گیا ہوں، میں چاہت میں کس کی
 جوانی میری آج زیرِ ز میں ہے
 ہر اک گام پر جگمگاتے ہیں ذرے
 تری رہگذر کتنی دلکش حسین ہے
 کسے ڈھونڈتا ہے تو صحرا بہ صحرا
 جسے ڈھونڈتا ہے، وہ دل کے قریں ہے
 جو لے جائے اُلفت کی راہوں پہ مجھ کو
 کوئی بھی نہیں ہے، کوئی بھی نہیں ہے
 یہ کیا مقامِ محبت ہے یارو،
 مرادِ دل کہیں ہے مری جاں کہیں ہے
 جہاں پر اندھیروں کا ماتم ہے امجد
 مرے دل کی ویران بستی وہیں ہے



نکلتا ہے اب دم ذرا دیکھنا
 تمہارا تغافل خدا کی قسم
 نہ جانے خوشی کس نے چینی مری
 بھٹکتا کہاں ہے یہ دل دوستو
 بڑی کشمکش سے گذرتا ہوں میں
 نظر تم نے پھیری غضب ہو گیا
 تمہارے کرم سے تھی یہ زندگی
 زمانے نے کانٹے ہی کانٹے دیئے
 دوا بے اثر بے دعا بے اثر
 ملے گا نہ سایہ تری زلف کا
 جھکی ہے نظر ان کی کیا بات ہے
 ہوئی شمع مدھم ذرا دیکھنا
 جیسے یا میں ہم ذرا دیکھنا
 یہ کس نے دیا غم ذرا دیکھنا
 کہاں ہو گیا غم ذرا دیکھنا
 یہاں آنکھیں ہم ذرا دیکھنا
 نظاروں کا ماتم ذرا دیکھنا
 یہہ کیسے ہوا کم ذرا دیکھنا
 مصیبت کا عالم ذرا دیکھنا
 میرے دل کا ماتم ذرا دیکھنا
 تو مرجائیں گے ہم ذرا دیکھنا
 مسرت ہے یا غم ذرا دیکھنا

چھلکتی ہے آج کل مری چشمِ نم
 ہیں آنسو کہ شبِ نم ذرا دیکھنا



کسی کو تم اپنا بنانے سے پہلے
 انہیں پاس اپنے بنانے سے پہلے
 غریبوں کی حالت ذرا دیکھ لیتے
 کبھی پوچھ بھی لیتے حالِ گلستاں
 دریا پر ہم جس کو جھکاتے
 کبھی نہ ہر والوں میں تلقین کرتے
 ادا بھلیوں کی بھی وہ دیکھ لیتے
 یہ اہل سیاست ذرا سوچ لیتے
 کرم کچھ تو کرتے وہ اہل جہاں پر
 بیانِ محبت کو وہ سن تو لیتے
 پیامِ محبت سنانے سے پہلے
 وفائے محبت جتانے سے پہلے
 امیروں کی دنیا بسانے سے پہلے
 چمن میں ذرا آپ جانے سے پہلے
 یہ دن زندگی کے گنوانے سے پہلے
 وہ تباہ کو میکش بنانے سے پہلے
 نیا اک نشیمن بنانے سے پہلے
 نظامِ حکومت چلانے سے پہلے
 خود انچل کو اپنے اٹھانے سے پہلے
 دو چار آنسو اپنے بہانے سے پہلے

پڑھیں بابِ حکمت ذرا آپ امجد
 متاعِ جوانی کٹانے سے پہلے



وہ جب سے مرے مہسریاں ہو گئے
 مرے دل کے ارماں عیاں ہو گئے
 میرے دل میں، جب عثم کی سوزش بڑھی
 تو آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے
 وہ وعدے کے باوصف آئے نہیں
 وہ پھر مجھ سے کیا بدگماں ہو گئے
 وہ جن دوستوں پر تھے تکیہ کئے
 وہی بن کے دشمن عیاں ہو گئے
 جو شورِ عناد تھا وہ کم ہوا
 مگر نذرِ برق آشیاں ہو گئے
 جو تینکے متاعِ نشین بنے
 وہی نذرِ برقِ تپاں ہو گئے
 ہے اجملہ یہ اُن کی نوازش فقط
 مگر ہم کہاں سے کہاں ہو گئے



زندگی کی کشمکش میں کھو گئے
عمر ساری اپنا رونا رو گئے

اپنی خود داری کا تھکا جن کو بھرم
آج وہ دنیا سے جھٹ ہو گئے

چھاؤں زلفوں کی ملی نیند آگئی
پھر نہ جاگے، سو گئے، سو سو گئے

لوٹ کر واپس نہ پھر وہ آ سکے
روٹھ کر دنیا کے غم سے جو گئے

یوں تو دنیا کے تقاضے تھے بہت
چھوڑ کر سب آپ کے ہم ہو گئے

سامنے امجد کے سب برباد ہیں
بیچ نفٹ کے جو دل میں ہو گئے



زمین سے ہے نسبت نہ اب آسماں سے
 نہ جانے ہم آکر رُکے ہیں کہاں سے
 جھمکی ہے جبیں یہ، ترے آستیاں پر
 اُٹھے گی نہ خالی تیرے آستیاں سے

زمانہ ہوا غم سے نسبت ہے اپنی
 خوشی ڈھونڈھ کے آج لاؤں کہاں سے
 یہ دل آج کیوں منحرف ہو گیا ہے
 بڑا پیار تھا دل کو تیرے جہاں سے
 نہ جانے چمن میں ہوئی بات کیسی؟
 کہ ہر پھول ڈرتا ہے اب باغیاں سے
 کٹی عمر اُتھبد کچھ اس طرح اپنی
 گذرتے رہے ہیں ہر اک امتحاں سے



مقاماتِ آہ و فغاں دیکھ لینا	جلے آشیاں کا دھواں دیکھ لینا
شکایت مجھے میکہ سے نہیں ہے	مگر آج پیہر مُغاں دیکھ لینا
زمیں آسماں ہر جگہ میں نے ڈھونڈا	غرض تھی کہ تو ہے کہاں دیکھ لینا
اگر چاہتے ہو زمینِ اک لڑی میں	اٹھا کر نظر کہکشاں دیکھ لینا
غرور و تکبر پہ اترنے والو	رہے گا نہ باقی نشاں دیکھ لینا
جو ہر عزمِ محکمِ روح کے رہرو	تو ہر وقت دل کو جواں دیکھ لینا
نہیں ہے مجھے ڈر یہ تیرا زبرد سے	حقیقت کو ہر دم عیاں دیکھ لینا
نہیں کوئی آزاد ہیں سب ہی بچیں	مقتدر کا لکھ ایماں دیکھ لینا

زمانے کے چکر میں امجد گھرا ہے

مگر پھر بھی وہ ہے رواں دیکھ لینا



نہ اپنی زباں ہے، نہ اُن کا بیاں ہے
 بناؤ کہ پھر کس کی یہ داستاں ہے
 جدھر دیکھئے، ظُلم ان کا رواں ہے
 کہاں کا سکون بس، فُغاں ہی فُغاں ہے
 یہ جینا ہمارا بھی ہے کیسا جینا
 ستم ہم پہ ڈھانے کو سارا جہاں ہے
 چلا تھا چمن کو، سجانے کی خاطر
 مصیبت میں خود گھر گیا باغباں ہے
 خوشی اور غم، یوں گلے مل رہے ہیں
 کہ راحت جہاں ہے مصیبت وہاں ہے
 کوئی برق کو جا کے پیغام دیے
 سجا کر رکھا، میں نے اب آشیاں ہے
 ملا اُن کا نقش قدم جب سے امجد
 نظر میں نہ میں ہے، نہ اب آسماں ہے



محبت کے نغمے سناتے چلو چمن میں نئے گل کھلاتے چلو
 نشیمن کے تین کے جھاتے چلو مفت در کو اپنا بناتے چلو
 زمانہ اگر آزمائے تمہیں زمانے کو تم آزماتے چلو
 نہ منزل سے باہر مت نکلیں قدم اپنے آگے بڑھاتے چلو
 مزہ بتا دے گا اسی میں تو ہے درِ یار پر سر جھکاتے چلو
 جہاں دوست ہو جائے گے وفا تو دشمن کو اپنا بناتے چلو
 حقیقت کو تم در حقیقت کہو حقائق کو منظر پر لاتے چلو
 اگر تم سے اچھا فی ممکن نہ ہو برائی سے خود کو بچاتے چلو
 غور و فکر بڑی بات ہے ہر ایک کو سبق یہ پڑھاتے چلو
 گرے برق انجمن تو گرتی ہے
 نشیمن برابر بناتے چلو



زخم جو تم نے دیا ہے وہ ابھی سوکھا نہیں
زندگی کو ڈھونڈتا ہوں کچھ پتہ چلتا نہیں

وقت کا حاصل ہوں میں یہ سوچ لیجئے محترم

آپ مجھ کو کیا خبر دیں اتنا میں سنتا نہیں

تو مری دیوانگی کا جائزہ تو لے کے دیکھو

ڈھونڈتا پیسہ تباہوں گجھلو تو مجھے ملتا نہیں

لاکھ تدبیریں کئے جاؤ، مگر کب فائدہ

جو مست در میں ہے لکھا، وہ کبھی ملتا نہیں

غریب مومن کی اگر پہچان ہے تو بس یہی

زندگی ٹٹ جائے بھی تو، طرف سے ہٹتا نہیں

حسن کی گرمی کی آج کل کس نے پھیلاتی ہے آگ

دل میں شیشہ بھرتا ہے تو پھر بجھتا نہیں



مشکل تھا کام، آپ نے آساں بنا دیا
کچھ میں بھٹک گیا تھا، تو انساں بنا دیا

یوں مجھ پہ اپنے حسن کے جلوے بکھیر کر
محفل کو ساری آپ نے حیراں بنا دیا

ویران دل میں آپ کا آنا کرم ہوا
صحرا کو لمحہ بھر میں گلستاں بنا دیا

صد شکر نامہ بر تو نہ آیا ہے خالی ہاتھ
خط لکھ کے تم نے درد کا درمل بنا دیا

شاید سکوں نصیب نہ ہوتا کبھی مجھے
دل کو جلا کے 'جشنِ چراغاں' بنا دیا

امجد تمہارے زور قلم کا ہے یہ اثر
دانشوروں کو سارے پشیمان بنا دیا



یہ زلیست کا سامان بڑی مشکل ہے

سمجھ جسے آسان، بڑی مشکل ہے

گھٹتی ہے مری جان تری یادوں سے

اب کیسے بچے جان، بڑی مشکل ہے

وہ دور ہوئے جاتے ہیں ہم سے یارو

نکلیں گے اب ارمان، بڑی مشکل ہے

اُمید و فَا اُس سے ہی وابستہ ہے

ہوتا ہے وہ، انجان بڑی مشکل ہے

وہ زخم زمانے نے، دیتے ہیں جھکو

اب اپنی بھی پہچان بڑی مشکل ہے

اوروں کے لئے کام، جو آجاتا ہو

مل جاتے وہ انسان بڑی مشکل ہے

ہو کیسے گناہوں کا مداوا اَمجد

ہے حشر کا میدان بڑی مشکل ہے



کیا بات ہے کہ آج 'طبیعت محل گئی
دیکھا چمکتا جام تو نیت بدل گئی

اک لمحہ دل کو چین میسر نہ ہو سکا
یادوں میں کس کی 'آج شب ہجر ڈھل گئی

اوروں سے کیا گلہ کہ یہ اپنا ہی دوش ہے
سننے پہ آج اردو کے 'تلوار چل گئی

یہ آپ کا کرم ہے کہ ایک اتفاق ہے
لشٹی ہوئی حیات 'جو گر کر سنبھل گئی

جکڑا ہوا تھا کب سے 'میں نفرت کی بھڑ میں
ان کے خلوص سے میری دنیا بدل گئی

کس واسطے اداس ہیں 'احمد بتائیے
کس کی نوازشوں کی چھری دل پہ چل گئی



قسمت میں سر چھپانے کو اک ساتیاں نہیں
اتنے بڑے جہان میں، کوئی مکاں نہیں

جب کارواں تھا مل نہ سکا میرِ کارواں
اب میرِ کارواں ہے تو، پھر کارواں نہیں

مائیسیوں نے آن کئے گھیرا ہے اس طرح
ہر سو ہماری زیست کا کوئی نشاں نہیں

بوتے وفا کو ڈھونڈتا پھرتا رہا ہوں میں
کس کو دکھاؤں درد کوئی راز داں نہیں

لٹتے چمن کو دیکھ کے، محفوظ ہے جہاں
اچھا ہوا کہ ہونٹوں پہ میرے فغاں نہیں

تنہائیوں کا ساتھ ہے، سایہ ہے دور دور
کیسے کریں تلاش کہ کوئی نشاں نہیں

زخموں سے چور ہو کے ہے، آج کی زندگی
وہ کہہ رہے ہیں منہ میں ہمارے زباں نہیں



دل ہوا زیر بار کیا کہیے
لذتِ انتظار کیا کہیے

ان کی آنکھوں نے مٹے پلائی ہے
چرطہ رہا ہے خمار کیا کہیے

بے طلب بے حساب ملتا ہے
شان پروردگار کیا کہیے

پھول گلشن کی جان ہوتے ہیں
وہ ہے جان بہار کیا کہیے

جانے کس بزم میں چلا آیا
چھوٹ گیا ذکرِ یار کیا کہیے

جب سے اک بار تم کو دیکھا ہے
دل ہے تم پر نثار کیا کہیے

آج امجد چلا درِ جاناں
لے کے اشکوں کا ہار کیا کہیے



جب بھی تیسری نگاہ ہوتی ہے دل مچلتا ہے، چاہ ہوتی ہے
 ناز و انداز، اوج پر ہیں مگر دل کی دنیا تباہ ہوتی ہے
 میری مطلوبیت، قیامت ہے ظلم پر اُن کے واہ ہوتی ہے
 آپ کی اک نظر اگر بہ جائے مرنے والے کو راہ ہوتی ہے
 جیسے جیسے وہ دُور ہوتے ہیں ویسے ویسے ہی چاہ ہوتی ہے
 جب بھی آتا رہا خیال اُن کا یاد بھی، گاہ گاہ ہوتی ہے
 ان کو غیروں سے ہو گئی اُلفت ہم سے کیسے نباہ ہوتی ہے
 جانے والے کو روک لیتی ہے کیا تمھاری نگاہ ہوتی ہے

کون دیتا ہے، غم اُسے امجد
 روز و شب جس کی آہ ہوتی ہے



شب ہجراں جو اُن کی غم نہ ہونگے
 نہ جانے ہونگے بھی تھم یا تھم نہ ہونگے
 حیاتِ جاوداں جن کو ملی ہے
 اجالے وہ کبھی تھم نہ ہونگے
 سکونِ دل سکونِ جاں نہیں ہے
 یہ ہنگامے جہاں کے کم نہ ہونگے
 کبھی تو آؤ پریش کو خدا را
 جو تم آؤ مہرے غم نہ ہونگے
 ہم اگر ایسی منزل پر کھڑے ہیں
 یہ دل کے فاصلے اب کم نہ ہونگے
 سکونِ دل میں کبھی آئے
 اگر ان کے ستم سپہم نہ ہونگے
 ہوئی ہے راکھ ہر مٹی کا
 اب ایوان میں کبھی ماتم نہ ہونگے



جو زخم ہیں سینے میں وہ کس کو دکھانا ہے
ہے پاس مجھے ان کا ہنس نہیں کہ بتانا ہے

اے برق تجھے ہرگز الزام نہ دینگے ہم
اب اپنے نشین کو دانستہ جلانا ہے

امید بھی ٹوٹی ہے ارمان بھی ٹوٹے ہیں
یہ وقت کی باتیں ہیں رفتار زمانہ ہے

دل آپ پہ مائل ہے ہم آپ پہ قربان ہیں
بس ماجرا اتنا ہے جو تم کو سنانا ہے

ملتے تھے کبھی ان سے اب ہم سے وہ چھپتے ہیں
وہ اپنا زمانہ تھا یہ ان کا زمانہ ہے

سو کھ کو ہر اگر دے یہ شان الٰہی ہے
قدرت کا کرشمہ یہ دنیا کو دکھانا ہے

گرداب میں کشتی ہے طوفانِ منہ کھولے
بچنے کی نہیں صورت مالک ہی بچانا ہے

امجد کی تباہی بھی کیا رنگ دکھاتی ہے
جو بات حقیقت ہے لوگوں کو بتانا ہے



نہ دلبر ہے کوئی نہ وہ دلبری ہے
یہ کیسا سماں ہے یہ کیسی گھڑی ہے

کہاں ہے خیال اب وفاؤں کا تم کو
تباہی کا سماں ہے فتنہ گری ہے

زلمے نے آنا ستایا ہے ہم کو
یہاں ہم کو جینا بھی درد سہی ہے

ہماری بدولت ہوا ہے یہ سب کچھ
ہر اک چیز میں آپ کی برتری ہے

فریبوں کے بازار میں گھر گئے ہیں
یہ انسانیت اس قدر کیوں گری ہے

یہاں جو بھی کرنا ہے اچھا ہے کر لو
یہ دنیا ہے کیا بس گھڑی دو گھڑی ہے

ہیں کوئی امیڈ منزل نہیں ہے

یہاں رہنروں کی ہی تربری ہے

نظران کی اٹھتی نہیں مجھ پہ امجد

یقیناً ابھی مجھ میں کوئی کمی ہے



پیار حب بھی حضور ہوتا ہے

دل کہاں دل سے دور ہوتا ہے

اور اک جام ساقیادے سے

تام تیرا ضرور ہوتا ہے

جو حقیقت ہے چھپ نہیں سکتی

آئینہ باشعور ہوتا ہے

بات اتنی ہے پیار کر بیٹھے

آدمی سے قصور ہوتا ہے

آپ میری طرف ذرا دیکھیں

چشم نرگس میں نور ہوتا ہے

جب بھی آتی ہے یاد ماضی کی

غم سے دل چور چور ہوتا ہے

جب سے سیکھا ہے آنکھ سے پینا

جام سے کب سرور ہوتا ہے

صاف سیدھی سی بات ہے امجد

حسن جب ہو غرور ہوتا ہے



زمانے کا یار و عجب ہی عین ہے

نہ اب وہ چین ہے نہ جان چین ہے

تم آئے تو ساری فضا ہے معطر

تمہارے ہی دم سے تو یہ انجن ہے

جہاں سبز و شاداب وادیاں ہیں

ہمارا وطن ہے ہمارا وطن ہے

کہاں حق پرستی کا نام و نشان ہے

یہاں جھوٹ کا ہر قدم پر عین ہے

جہاں پر نظر آئیں تار گریباں

یقیناً ہمارا ہی وہ پیر بن ہے

خدا را مرے پاس کوئی نہ آئے

مرے دل پہ چھائی ہوئی اک تھکن ہے

فریب مسلسل سے دو چار میں ہم

بظاہر ہیں خاموش دل میں گھٹن ہے

کرشمہ یہ تیرے کرم کا ہے مالک

بڑے اوج پر آج اتحاد کا فن ہے



پتے رہے سدا ذرا ساقی سے پوچھے
 روشن تھا میکدہ ذرا ساقی سے پوچھے
 مظلوم میکدہ ہوں یہ میرا سی ظرف ہے
 کس کی تھی یہ خطا، ذرا ساقی سے پوچھے
 دینے میں کچھ کمی نہ تھی اس پر بھی دستور
 مایوس کیوں ہوا ذرا ساقی سے پوچھے
 فیض کرم تھا عام مگر کیا بتائے
 خود میں ہی تشنہ تھا ذرا ساقی سے پوچھے
 ماروں کی یہ ضیا، یہ چمکتی سی چاندنی
 کس کی ہے یہ ادا ذرا ساقی سے پوچھے
 میخوار میکدے سے جوں بے تشنہ اٹھ گیا
 مغموم تھی فضا، ذرا ساقی سے پوچھے
 امجد نے جب سے چھوڑ دیا میکدے کا در
 اک شور ہے مچا ذرا ساقی سے پوچھے



چشمِ کرم نے آپ کی مہموم کر دیا
 مجھے کو سکون چین سے محرم کر دیا
 دنیا سمجھ رہی تھی کہ معصوم آپ ہیں
 سارے جہاں کو آپ نے معصوم کر دیا
 ہم ظلمتوں کی چھاؤں سے واقف تو ہیں مگر
 برآپ کے خلوص نے مظلوم کر دیا
 اپنے اصول کے تو ہیں پابند ہم مگر
 شیریں زبان نے آپ کی محکوم کر دیا
 لوگوں نے ایسی فتنہ گری کی جہاں میں
 ساری فضائے دہر کو مسموم کر دیا
 آج وہ زارِ حس کو چھپایا تھا عمر بھر
 سارے جہاں کو آپ نے معلوم کر دیا



لٹتے کہاں کچھ خبر تو نہیں ہے

حضور آپ کا یہ اثر تو نہیں ہے

جہاں پر قضا ہم کو لے کر چلی تھی

وہ بھی عمر بھر کا سفر تو نہیں ہے

جہاں بھی گیا ہوں ملے خار مجھ کو

تمہارے کرم کا اثر تو نہیں ہے

یہ جھوٹی سہی پر تسلی دلا دو

وہ زندگی پر خطر تو نہیں ہے

یہاں شیخ جی بھی لگے لڑکھڑانے

ہماری دعا کا اثر تو نہیں ہے

ہر اک گام پر اب جو سہتا ہے صدمے

کوئی اور ہے یہ بشر تو نہیں ہے

نہ اس طرح ڈھکاؤ بڑی برخی سے

یہ دل ہے مگر کوئی گھر تو نہیں ہے

نہ جانے یہ کیوں بیڑیا پائیں ہیں

ادھر تجھے تمہارا گزر تو نہیں ہے

شب ہجر کا حال پوچھو نہ امجد

دل اپنا چراغ سحر تو نہیں ہے



دل تو ہمارا لے گئے وہ پیار کے لئے

اب کہہ رہے ہیں یہ تو ہے کزار کے لئے

چہرے کا رنگ ان کے بتاتا ہے صاف

آئے میں میرے پاس وہ تکرار کے لئے

اک ہم کہ ان کی چاہ میں سب کچھ لٹا چکے

اک وہ کہ ساری چاہ ہے انعام کے لئے

گر پیار جرم ہے تو سزا دیجئے ہیں

تیار ہم بھی ٹھیرے ہیں اب ار کے لئے

گلشن کے کاروبار کا انصاف خوب ہے

غیروں کو گل تو خار میں حقار کے لئے

آج یہ زندگی ہے کھلونا نہیں کوئی

کھوتے ہو عمر کس لئے افکار کے لئے



ملوں ان سے جا کر یہی آرزو ہے
مسلسل مری اب یہی جستجو ہے

ترے دل میں مجھ کو بسا نا ہے بہتر
مری زندگی ہی تری آبرو ہے

شب و روز کانوں میں رس گھولتی ہے
یہ بلبل ہے کوئی بڑی خوش گلو ہے

مرے دل کی وادی میں آکر تو دیکھو
یہاں کی ہر اک شے بڑی خوب رو ہے

خوشی کا ان کی یہ انداز دیکھو
عجب طرز ہے یہ عجب گفتگو ہے

نظر میں سما یا ہے جلوہ کسی کا
جد ہر دیکھتا ہوں وہی رو برو ہے

چمن چھٹ کے آج زمانہ ہوا تھا
تصور میں اب بھی وہی خوب رو ہے



غیروں سے راہ درسم بڑھانے لگے ہیں آج

جلتے ہوئے کو اور جلانے لگے ہیں آج

دور چین تو کب کا خزاں میں بدیا گیا

زاغ و زرغن ہر اک کھڑانے لگے ہیں آج

سرمایہ دار خون غریبوں کا چوس کر

مخلوں کو خوب اپنے سجانے لگے ہیں آج

کس حال میں ہیں آپ کے دیوانے دیکھئے

جان عزیز کو بھی لٹانے لگے ہیں آج

حق بات کو تو لوگ چھپاتے رہے مگر

جھوٹی حکایتوں کو سنانے لگے ہیں آج

دامن میں اپنے جھانک کے پہلے تو دیکھ لیں

تہمت جو دوسروں پر لگانے لگے ہیں آج

اب دوستوں کا ذکر بھی امجد فضول ہے

سمجھتے تھے جن کو اپنے بھلانے لگے ہیں آج



اریابِ وفا کی حالت کا دنیا میں سنبھلنا مشکل ہے
دنیا نے بھی بدلا رنگ ایسا اب ان کا بدلتا مشکل ہے

شکوہ نہ زباں پر آئے گا جالت ہے اگر دم جانے دو

دن یوں تو گزری جالت ہے اب بات کا ٹلنا مشکل ہے

گرتیرا اشارہ ہونہ ادھر اب تو ہی بتا جائیں گے کدھر

گرداب کی زد میں کشتی ہے طوفان سے نکلنا مشکل ہے

ہر گام پہ اک اک آفت ہے ہر موڑ پہ اک اک فتنہ ہے

حالات کچھ ایسے بگڑے ہیں اب اپنا سنبھلنا مشکل ہے

وہ دور ہوئے جب نظروں سے آہنوں میں لپیٹ جاتی تھیں

صحرائیں بھٹکتیوں یا رو اس دل کا بھلنا مشکل ہے

بنیاد نشمن ڈالی ہے اک ایسی جگہ پر امجد نے

آندھی کا جہاں پر خوف نہیں اور برق سے جھلنا مشکل ہے



باندہ کر وہ ٹکٹکی آتا ہوا جاتا ہوا
دیکھتا ہے پیار سے کیوں مجھ کو شرماتا ہوا

تھا یقین کس کو بیاباں گلستاں بن جائیگا

کون گذرا ہے ادھر سے پھول برساتا ہوا

میں نے اس سے بے رخی تک نہیں کی تھی مگر

ہائے وہ کیوں جا رہا ہے مجھ کو ٹھکراتا ہوا

اس کی بانہوں میں ہون جا کر یہ ہے آرزو

وقت لیکن جا رہا ہے اس کو بہکاتا ہوا

کس لئے پتھر اگئی ہے آج میری چشم دید

کون جانتا ہے مرگے سے بل کھاتا ہوا

آج کوئی جرم شاید اس سے سرزد ہو گیا

پاس میرے آتے کیوں اتنا گھیر آیا ہوا

تیرے بلوانے پر آمجد آگیا ہے نرم میں

غیر کو کیوں دیکھتا ہے مجھ سے شرماتا ہوا



ہم کو شاید تمہیں بھلانا ہے
درد کو دل میں اب بسانا ہے

ہائے کس وقت موت آئی ہے
آپ آئے ہیں مجھ کو جانا ہے

ایک میں ہوں جو تیرے سچے ہوں
میرے سچے مگر زمانہ ہے

بندگی کا مزہ ملے یا نہ ملے

سر کو ہر حال میں جھکانا ہے

پھر سے تھمنے لگے ہیں اشک مرے
پھر نبھے حال دل ستانا ہے

دل کو لے کر تو ہو گئے خاموش

آپ کا کیا حسین بہانا ہے

موت بے تاب زندگی بے چین
آج اجداد کو آزارنا ہے



تری آنکھ تو پیار کی آنکھ سن ہے
 خدا کا ترا شاہوایہ بدن ہے
 سمندر کو کوزے میں جو بند کر دے
 کمال سخن ہے یہی ایک فن ہے
 ہر اک پھول ہوتا ہے تجھ پر نچھاور
 تیرے چہرے پر آج وہ بانگین ہے
 وفاؤں کے پیچھے ارے جانے والے
 جفاؤں کا اس دور میں اب چلن ہے
 جسے چھو لیا تھا کبھی بے ارادہ
 تمہارا نہیں پھول کا پیر ہن ہے
 خدا کے لئے آپ آئیں نہ ہرگز
 جو اجر اہوا ہے وہ اپنا چسپن ہے
 یہاں شعر پر داد ملتی ہے امجد
 غزل گنگاؤیہ بزم سخن ہے



زلف کیا ہے آپ کی، گویا کہ اک زنجیر ہے
 چاند کی یہ چاندنی بھی، آپ کی جاگیر ہے
 ہائے تیری چاہ میں، آئے ہیں، اس منزل پہ ہم
 مُفت میں بدنام ہیں بے درجہ یہ تشہیر ہے
 دیکھ لے قاتل کہ میرا ظرف بھی ہے کس قدر
 مُسکراہٹ لب پہ ہے گردن پہ اب تشہیر ہے
 نامہ بر مجھ سے تو اب، لکھا نہیں جاتا جواب
 موتیوں سے لفظ میں، کتنی حسین تحریر ہے
 ہر کوئی ہے دم بخود، اور ہر کوئی سکتہ میں ہے
 کتنی پیاری داستاں کتنی حسین تقریر ہے
 ہائے وہ اردو کہاں ہے جس پہ سب کوتاہ تھا
 اب کوئی غالب رہا ہے اور نہ کوئی میر ہے
 موت تو مانگی مگر، کبخت بھی آتی نہیں
 چارہ گمر یہ تو بتا، جینے کی کیا تدبیر ہے
 زندگی نے لاکے چھوڑا، آج آجہد کو کہاں
 عزم ہے سہا ہوا، روٹھی ہوئی تقدیر ہے

اب کہاں انتظار ہوتا ہے ان سے ملت ابھی یاد ہوتا ہے
 عشق بڑھتا ہے، دو قدم آگے حُسن جب بے قرار ہوتا ہے
 ترکِ اُلفت کو ہو گئی مدت اب کسے اعتبار ہوتا ہے
 نہ تو ساغر ہے اور نہ مینا ہے جانے پھر کیوں خمار ہوتا ہے
 تیری نظروں کا کرم ہے شاید زندگی کو ترار ہوتا ہے
 ہم تو آجحد، بہان سے اٹھے
 ذکرِ اب، بار بار ہوتا ہے

قطرہ

یہ فضا آج خوش گوار بھی ہے موسمِ گل بھی ہے پھوار بھی ہے
 کاش تھم جائے رات یہہ امجد وہ ہے پہلو میں اور خمار بھی ہے



میں مجبور ہو کر بلایا گیا ہوں
 اب اُن کی نظر میں سمایا گیا ہوں
 زمانہ لگاتا ہے مجھ کو گلے سے
 یہ کیسے بیاں ہو ستایا گیا ہوں
 عجب اُن کے وعدے نہ آنا، نہ جانا
 ہر اک بار دھوکا ہی کھایا گیا ہوں
 زمانہ ہمیشہ رلاتا رہا ہے
 زمانے کی گردش میں آیا گیا ہوں
 کرشمے تو دیکھو، آداؤں کے ان کی
 رُ لایا گیا ہوں ہنسایا گیا ہوں
 تو مجھ ذرا آپ، فرما تو دیجیے
 بڑی دُور سے میں بلایا گیا ہوں
 ملا جب نہ مجھ کو بھی آعجد سا کوئی
 تو میں خود وہاں سے بلایا گیا ہوں



دل میں اب گھر بنالیا ہوتا
 طرف کچھ تو بڑھالیا ہوتا
 بارِ اُلفت اٹھالیا ہوتا
 اپنا سب کچھ کٹالیا ہوتا
 اپنی تنہائی دور کرنے کو
 پاس اپنے بٹالیا ہوتا
 بے خودی کو تہمتیں جو پاتا تھا
 سارا ہستی، جگالیا ہوتا
 دل کو اپنائے کچھ نہیں حاصل
 غم کو اپنا، بنالیا ہوتا
 یہ چمن سارا آپ ہی کا ہے
 رنگِ گل بھی چرالیا ہوتا
 کیا خوشی میں دھرا ہے اب آج
 رشتہ غم سے جمالیا ہوتا



لٹنے والے سے پوچھتے کیا ہو
 زندگی دو گھڑی کی ہے آؤ
 آپ ہی کے کرم کا صدقہ ہے
 ہم کہاں میں خبر نہیں ہم کو
 سرور مہری رہے گی یہ کب تک
 چاندنی کب کے ہو گئی رخصت
 قلم ڈھا کر بھی سوچتے کیا ہو
 پھر نہ لوٹے گی دیکھتے کیا ہو
 زندگی کو ٹوٹتے کیا ہو
 اس طرح پھر جھنجھوٹے کیا ہو
 ایک قاتل سے پوچھتے کیا ہو
 شبِ غم میں ٹوٹتے کیا ہو

عمر ساری گذر گئی آج
 حق سے منہ آج موڑتے کیا ہو



ذرا مکرادو، خدا کے لئے

مرے جا رہے ہیں، وفا کے لئے

تمہاری جدائی کا عالم یہ ہے
دعا مانگتے ہیں قضا کے لئے

تمہیں کیا کوئی اور ملتا نہیں

جو ہم رہ گئے ہیں سزا کے لئے

خدا را یہاں سے چلے جائیے

مرادوں سے مائل خطا کے لئے

خدا یا کرم کی مجھے بھیک دے

ملے کچھ تو روزِ جزاء کے لئے

پلانے سے اب فائدہ کچھ نہیں

مرضِ چاہیئے، کچھ دوا کے لئے

گناہوں کا آنحید کو احساس تھا

اٹھے ہاتھ جب بھی دعا کے لئے



بار جب اک بہانہ رہا ہے مرے دل کا گھٹا ٹھکانا رہا ہے
 شاخ جس پر مرا آسٹیاں تھیں محبت کا اتنا افسانہ رہا ہے
 یا ہے فانی ہر اک کو ہے جانا زمانے میں کس کا ٹھکانا رہا ہے
 نہ اُس کو ابھی سو گیا ہے ہر اک کا اُسی کو ستانا رہا ہے
 کی محبت مروت ہے کسی مسلسل جفا کا زمانہ رہا ہے
 ناک چلوں، امتحان کی ڈگر پر سدا آپ کا آزمانا رہا ہے
 یا بندگی ہے سمجھ میں آیا ہر اک کا پر آستانہ رہا ہے

یہ کوئی کھنڈر ہے، یاد دل میرا امجد

کہ صدیوں سے جس کو سجانا رہا ہے



زمیں پر قدم، آسماں پر نظر ہے
نظر ڈھونڈتی ہے وہ آخر کدھر ہے

یہ دو گز زمیں پر نہیں حق ہمارا
مکیں تھا کہاں وہ مکان اب کدھر ہے

چلو مانتے ہیں محبت نہیں ہے
محبت نہیں ہے، تو کیوں آنکھ تر ہے

زمانے کا عالم، عجب ہو گیا ہے
جدھر دیکھتے ہیں، فقط شور و شر ہے

اُدھر آپ رُساوا، اُدھر ہم ہیں رُساوا
حضور آپ کو اس کی کچھ تو خبر ہے

تمہارا کرم جب سے شامل ہوا ہے

نہ مرنے کا غم ہے نہ جینے کا ڈر ہے

نہ آئے وہ آجھل ڈھلی چاندنی بھی

نہ جلنے شبِ وعدہ کیوں مختصر ہے



زمانے کا ہم پڑ ہوا یہ کرم ہے
 جفا ہی جفا ہے، رستم ہی رستم ہے
 عجب موڑ پڑ میسر انغم آکے ٹھیرا
 نہ آنسو رواں ہیں، نہ دامن ہی غم ہے
 تمہیں بھول کر، ایک مدت بھی گزری
 تمہاری جدائی کا، اب تک بھی غم ہے
 ترقی کے اس دور کا ہے کرشمہ
 بوجھانی ہے، اس بُرائی میں غم ہے
 یہ شیخ و برہمن کی راہیں، الگ ہیں
 مگر ان کا مرکز، تو دیر و حرم ہے
 ہے جام اپنا خالی تو اُف تک نہ کہنا
 یہ ہے میکہدہ ہم کو رکھنا بھر ہے
 ہے امجد تمہارا، تمہارا رہے گا
 قسم ہے خدا کی، خدا کی قسم ہے



(وطن کی یاد میں)

گھر اپنا بنانے کو جی چاہتا ہے
 وطن پھر بسانے کو جی چاہتا ہے
 وطن کی زمیں کی کشتش ہے یہ شاید
 قدم پھر رُجمنے کو جی چاہتا ہے
 کبھی یاد بھولے سے آتی وطن کی
 تو آنسو بہانے کو جی چاہتا ہے
 چمن کو لٹ کر ہوتی ایک مدت
 چمن پھر بسانے کو جی چاہتا ہے
 کہاں تک رہیں دور ہم اب وطن سے
 پھر اک بار آنے کو جی چاہتا ہے
 پہنچ کر وطن کو، ارادہ ہے اپنا
 غمِ دل سُنانے کو جی چاہتا ہے
 وطن کی زمین کی، یہ مٹی ہے آج
 جو سُر مرنے کو جی چاہتا ہے



اپنی زندہ دلی نے مارا ہے

پھر ہمیں زندگی نے مارا ہے

یاد اُس کی تو کم نہیں ہوتی

دل کی اُس بے کلی نے مارا ہے

حالِ فرقت کا کیا سنائیں گے

رات کی تپسہ کی نے مارا ہے

زندگی میں ہے کیا مزہ باقی

وقت کی بے رخی نے مارا ہے

موت سے کچھ گلا نہیں مجھ کو

زندہ ہوں، زندگی نے مارا ہے

ہائے وارتگی کا یہ عالم

اُن کی وارتگی نے مارا ہے

اب اندھیرے ہی تھادیتے ہیں

جب سے اک روشنی نے مارا ہے

عشق کرنا نہیں ہے سہل امجد

عشق کی ہر گھڑی نے مارا ہے



دونوں کے نام، پیار میں بدنام ہو گئے
چرچے ہمارے عشق کے یوں عام ہو گئے

بدنامی کا ہماری گھٹی غم نہیں ہمیں
ناحق تمہارے نام سے بدنام ہو گئے

ہوتی ہیں کسی وقت کی تبدیلیاں پوچھ
تھے شہسوار جتنے، تنہ دام ہو گئے

دُور درہ زندگی پہ اکڑنا نہیں رست
کتنے اُبھر اُبھر کے بھی گم نام ہو گئے

آمجد کا تھا قیام، یہاں کل کی بات ہے
ایوان آج، کتنے ہی نیک نام ہو گئے



چھوٹی سی گزارش ہے سُن لو تو مناسب ہے

بندہ یہ گناہوں کا تم سے ہی مخاطب ہے

ہوتی ہے خطا مجھ سے، ہر چیز عطا تجھ سے

ہر حال میں جب تو ہی تقدیر کا کاتب ہے

جو صبح کا بھولا ہے گر شام کو گھر لوٹے

ہم اتنا سمجھتے ہیں، اب پھر سے وہ راغب

رنجور بھی ہوتا ہوں، مغرور بھی ہوتا ہوں

رحمت کا عطا ہونا ہر حال میں واجب ہے

ہو جائے گنہگار مجھ سے کچھ خوف نہیں اس کا

جب حشر کے میاں کا یار تو مجھ سے ہے

آنجناب میرے مالک کا احساں ہے بہت مجھ پر

اتنا مجھے دینا ہے جتنا کہیں سب ہے



مرے ساتھ ان کی ہمیشہ جفا ہے
 وفاؤں کا مجھ کو صلہ یہ ملا ہے
 نہ مجھ کو بلایا، نہ خود آپ آئے
 یہ کیسا کرم ہے، یہ کیسی ادا ہے
 وہ خط میرا پڑھ کر پشیمان ہوئے ہیں
 مرے خط کا مضمون اثر کر گیا ہے
 کتنی حادثوں سے سنبھل کر رہا دل
 مگر اُس کے کوچے میں جا کر لٹا ہے
 نہ آئی ابھی تک شکن اس جیس پر
 کتنی بار میرا نشین جلا ہے
 سوائے محبت کے، کیا نام دینگے
 اک آنسو جو پلکوں پہ آکر گر کا ہے
 نہ تھی دل کے بچنے کی صورت ہی آج
 مقدر میں لٹنا تھا، لٹ کر رہا ہے



دل شکستہ، اب ہمارا ہو گیا
 پیار ان کا، بے سہارا ہو گیا
 جب سے کشتی پھنس گئی طوفان میں
 دُور ہم سے، اب کنارہ ہو گیا
 موت بھی سہمی ہوئی واپس گئی
 زلیلت کو ان کا سہارا ہو گیا
 وہ نہ آئے کم سے کم اتنا ہوا
 دُور سے ان کا نظارہ ہو گیا
 عیش کی گھڑیاں، میسر نہیں
 مرنے والا، غم کا مارا ہو گیا
 اب نہ کوئی بھی، ہمیں روکے یہاں
 دیکھیے ان کا اشارہ ہو گیا
 ناز تھا آج، مقتدر پر مجھے
 کیوں مرا دھندلا ستارا ہو گیا



جانے کیا بات ہے، لوگوں میں کھٹکتے ہی رہے
 ہم تو باہوش ہیں، دانستہ بھٹکتے ہی رہے
 جب سے چھوٹا ہے چمن، حال بُرا ہے اپنا
 بس اسی یاد میں ہر وقت سسکتے ہی رہے
 درد بڑھتا گیا، اُٹھنے لگے شعلہ دل سے
 اور آنسو تھے کہ ہر لمحہ ٹپکتے ہی رہے
 ایک وہ ہیں کہ انھیں راہ ملی منزل کی
 ایک ہم ہیں کہ شب و روز بھٹکتے ہی رہے
 شہر کی گلیوں میں، تاریکی شب میں دیکھو
 جسم عریاں ملے، پازیب کھٹکتے ہی رہے
 گھر سے نکلے تو ہیں ہم، کوچہ جاں کے لئے
 چلنا مقصود تھا، چلتے رہے تھکتے ہی رہے
 ایک میں ہوں کہ ابھی تشنہ لبی باقی ہے
 سارے رندوں کے لئے جام چھلکتے ہی رہے
 ایک ہم ہیں کہ اُجالے بھی نہیں راسِ آئینہ
 وہ گھٹا ٹوٹا، اندھ دانا، مہم سکتے ہی رہے



دور کھپلا، جناب آجائے

پھر سے اپنا شباب آجائے

میں ہمیشہ سے سوچتا ہوں یہی

کاش وہ بے نقاب آجائے

اتنا بے باک مت پھر کیجئے

کچھ تو پھر سے حجاب آجائے

ٹہریئے اک ذرا بتانا ہوں

اُس کے خط کا جواب آجائے

اک خوشی دیکے آپ خوش ہیں مگر

پہلے غم کا حساب آجائے

اُن کے چھوٹے سے اک اشارے پر

دور کر آفتاب آجائے

دل کی بستی، اُجر ٹھکی امجد

بھروہ خانہ خراب آجائے



سمجھائیں ان کو کیسے عالم ہے بے خودی کا
اک رعب سا ہے طاری منظر، خاموشی کا

بیکار اپنی رغبت بے سود اپنی چاہت

اندازہ ہو گیا ہے اب ان کی بے دلی کا

محفل میں آگئے ہیں مجبور ہو کے دل سے

کیوں کر رہے ہو ہم سے اظہار بے رخی کا

سرزد ہوئی نہ ہم سے کوئی خطا بھی اب تک

پیدا ہوا ہے پھر کیوں احساس بے حسی کا

دھوکہ ہوا تھا ہم کو کر کے بھر دسہ ان پر

یہ چھیر چھاڑ ان کی سودا تھا، دل لگی کا

خود آ کے دیکھ لو تم پر دہ نہیں ہے کوئی

دنیا کے سامنے ہے نقشہ یہ زندگی کا

آجحد اخصیں بتا دو کافراد اس چھوڑیں

ہونے لگا ہے ہم کو احساس عاشقی کا



رُسوائی کے لیے کوئی الزام چاہیے
کچھ تو زمانے میں بھی مرانام چاہیے

کیسا سکون، کیسا مزہ اور کیسا چین
اس زندگی کے واسطے کھرام چاہیے

گر چھیننا ہے چھین دولتِ خوشی کی تو

بس تیرے پیار کا ہمیں انعام چاہیے

دوستوں کے اختلاف سے مطلب نہیں مجھے

دو گھونٹ ساتی مجھ کو سرِ شام چاہیے

کب تک میں بڑھکے پیار جتا رہوں

اُن کی طرف سے بھی انعام چاہیے

آمجد تو آج، نزع کے عالم میں گھر گیا

اے دوست تیری چاہ کا پیغام چاہیے



یہ چمن میں، بہار اب کیا ہے
 فصلِ گل، اِعتبار اب کیا ہے
 مُفت میں ہَم تو ہو گئے بدنام
 دُو گھڑی کا حُصار اب کیا ہے
 وقت ہی نے، بگاڑ ڈالا ہے
 وقت سے ہَم کو، پیارا اب کیا ہے
 اختلافات، یہ تو ضمنی ہیں
 مل کے رہنے میں عار اب کیا ہے
 کب تک ہوگا، امتحان اپنا
 امتحان بار بار، اب کیا ہے
 جام و مینا، پڑے ہیں سب خالی
 میکے کا وقت اب کیا ہے
 روزِ اک دلولہ سا اٹھتا ہے
 چن کیا ہے، قرار اب کیا ہے
 میکشی سے تو، دُور ہیں احمَد
 لپٹے یہ، خمار اب کیا ہے



چمن کا نظارا، بڑا ہی کٹھن ہے
ہو گلچیں ہمارا، بڑا ہی کٹھن ہے

اُسے بڑھ کے غیروں نے اپنا لیا ہے
اب اس کا سہارا بڑا ہی کٹھن ہے

مزارِ زمانہ عجب ہو گیا ہے
بدل جائے دھارا بڑا ہی کٹھن ہے

بھنور میں چلی آگئی ناڈاپنی
ملے گا کنارا بڑا ہی کٹھن ہے

بیاباں میں یاقبہ کر قفس میں
گلوں کا نظارا، بڑا ہی کٹھن ہے

ترپتے رہیں گے یہی زندگی ہے
اب اُس کا اشارا بڑا ہی کٹھن ہے

کچھ ایسی لگی آگ اب
بجھے گا شرارا، بڑا ہی کٹھن ہے



اے ظلم و ستم تو نے کس موڑ پہ لا ڈالا
ظاہر بھی لٹا ڈالا، باطن بھی لٹا ڈالا

جذباتِ محبت میں بڑھتے ہی چلے تھے ہم
منزل کے قریں لا کر، دل لے تو لٹا ڈالا

شکوے کی نہیں عادت، خاموش ہیں کینک
برتاؤ نے اپنوں کے ابے ل ہی بچھا ڈالا

ایک اک سے بیاں کر کے، سودا و غم دل کی
خود اپنا وقار اپنے ہاتھوں سے گھسا ڈالا

حکمت ہے تری ایسی سمجھانے سے گوئی
کتنوں کو گرا ڈالا، کتنوں کو اٹھا ڈالا

مغرور جو انساں تھے، دولتِ جوناں لے تھے
دنیا کے تغیر نے کتنوں کو گرا ڈالا

آج کا تو مالک ہے امجد تر خادم ہے
احساں ہے ترا تو نے اپنا جو بنا ڈالا



گو دور سہی تجھ سے، مجبور نہیں ہوں میں

خوشیاں نہ سہی لیکن، رنجور نہیں ہوں میں

مالک کا کرم مجھ پر، ہر حال میں شامل ہے

اوروں کی طرح یارو، بے نور نہیں ہوں میں

رستے ہیں تو رسنے دو، پھلتے ہیں تو پھلنے دو

اس پر بھی تو زخموں سے اب چوڑ نہیں ہوں میں

دنیا کے سستم مجھ پر عہدِ عالمی کے سستم مجھ پر

دنیا کے لئے کوئی، مانسور نہیں ہوں میں

حق بات نہ تم سُنتے، حق بات نہ میں کہتا

سُولی پہ نہ لے جاؤ، منصور نہیں ہوں میں

یہ کیسا تغافل ہے، آجحد کا ذرا دیکھو

پی کر بھی وہ کہتا ہے، مخمور نہیں ہوں میں



پھر یار کی محفل میں جانا تو ضروری ہے
 نزدیک اسے پھر سے لانا تو ضروری ہے
 غفلت میں پڑے کب تک عمر اپنی گنواؤ گے
 اب ہوش میں آ جاؤ، آنا تو ضروری ہے
 کیوں عیش و طرب پائیں، کیوں غم سے نکل آئیں
 غم اپنا مفت ڈرہٹے کھانا تو ضروری ہے
 زلفوں کی آسیری میں بے دام ہوئے یارو
 الزام جو سرائے، آنا تو ضروری ہے
 یہ دور ہی ایسا ہے ساتھ اس کا ہمیں دینا
 ہر سُر پہ نہ ملنے کے گانا تو ضروری ہے
 اب اہل جہاں کو بھی، کچھ کر کے دکھاؤ تم
 اس دورِ ترقی میں چھانا تو ضروری ہے
 اُمید کی دنیا ہے، اُمید پہ جینی ہے
 کچھ کھو کے تمہیں آج مل پانا تو ضروری ہے



پھر نہ اک واردات ہو جائے

راستے میں نہ رات ہو جائے

دردِ دل حد سے بڑھ گیا جب بھی

یہ سمجھ لو، نجات ہو جائے

آپ اگر بے نقاب ہو جائیں

منتشر کائنات ہو جائے

صدقِ دل سے کریں اگر توبہ

اپنی اپنی نجات ہو جائے

روز کرتے ہیں بات اُوروں کی

آج ان کی ہی بات ہو جائے

کام ہم کیا کریں کہو آج

مختصر جب، حیات ہو جائے



ڈوبی ہوئی مستی میں گھٹا جھوم رہی ہے
 ہر اک کی نگاہوں میں 'فضا جھوم رہی ہے
 دیکھا نہ گیا مجھ سے، ترے حسن کا عالم
 معصوم نگاہوں میں، حیا جھوم رہی ہے
 قاتل تری تلوار پہ شیربان مری جاں
 بسمل کی نگاہوں میں 'فضا جھوم رہی ہے
 یہ موسم گل ہے، یہاں پینا ہے ضروری
 لڑ باتھ میں ساغر کہ گھٹا جھوم رہی ہے
 وہ کونسی رغبت ہے، محبت ہے بتا دے
 کیوں تیسری طرف، آج صبا جھوم رہی ہے
 جادو ہے کوئی یا کوئی سازش ہے بتا دے
 کیوں تیسری جفا پر بھی، وفا جھوم رہی ہے
 آمجد تری حالت کبھی، ایسی تو نہیں تھی
 کیوں چاہ تری حد سے سوا جھوم رہی ہے



بے تاب نکاہیں ہیں، تو بے چین جگر ہے
 کیا مجھ پہ گذرتی ہے، بتا تجھ کو خبر ہے
 بے خوف چلے آئیے، رکتے ہیں قدم کیوں
 مجبوری بھلا کیا ہے، یہ اپنا ہی تو گھر ہے
 نغمیں ہیں، ناشاد ہیں، بیزار ہیں یارو
 ہم پر یہ کرم، کس کی دعاؤں کا اثر ہے
 آزاد ہوں تو بہ سے کوئی فکر نہیں ہے
 جھکتا ہے مرا سر جہاں تیرا ہی تو در ہے
 کیوں میسر لئے صرف، اندھیا رہی لکھا ہے
 دھندلائی ہوئی کتنی اُمیدوں کی سحر ہے
 میں آپ کا ہمارا ہوں کیوں خوف ہے طاری
 سہمی ہوئی کیوں آپ کی دُزدیدہ نظر ہے
 امجد بھلا اُردو کا نشان کیسے مٹے گا
 سب اہل سخن کے لیے محبوب نگہ ہے



اک بار ان سے پھر مری پہچان ہوگئی
 مشکل، خدا کا شکر ہے، آسان ہوگئی
 اُس کی نگاہ، جب کبھی انجان ہوگئی
 یہ زندگی ہمارے پریشان ہوگئی
 فرقت نے اس قدر مجھے بے چین کر دیا
 لمحے میں زندگی مری، بے جان ہوگئی
 دانستہ، کیسے، ہم ہی جلاؤں گے آشیاں
 لائے برق تو بھی، کس لئے انجان ہوگئی
 غنچے وہی ہیں، پھول وہی، باغبان وہی
 بستی چمن کی کس لئے سُنسان ہوگئی
 گل کی رگوں میں، خوں کی روانی وہی تو ہے
 کس نے کہا، بہار ہی بے جان ہوگئی
 اَلْحَمْدُ، خدا کا شکر نہ کیسے ادا کریں
 جب شخصیت ہی صاحبِ دیوان ہوگئی



بتاؤ مجھے اور کیا چاہیے

بس اہل نظر کی دعا چاہیے

زمانے سے بیگانے ہم ہو گئے

بھلاور نہ ان کی وفا چاہیے

گنہ بس یہی ہے کہ حق پر ہوں میں

سنو لوگو اس کی سزا چاہیے

لگے ہے زمانہ مجھے اک قفس

مجھے دو گھڑی بس ہوا چاہیے

ٹھکتا ہوں نفرت کی وادی میں میں

ترا پیار حد سے سوا چاہیے

اجل اُن کو مجھ سے ذرا ملنے دے

میری زندگی کا صلہ چاہیے

تصور میں اُمجد میں جس کے بہا

وہی بس مجھے دل ربا چاہیے



شبِ ہجر ہے یہ قیامت نہیں ہے
 گھڑی بھر مرے دل کو راحت نہیں ہے
 کبھی سُکرانا، کبھی گل کھلانا
 بتاؤ کیا ان کی شرارت نہیں ہے
 یہ آنکھوں میں آنسو، یہ پچید زلفیں
 وہ کہتے ہیں مجھ سے شرارت نہیں ہے
 جلا ہے نشیمن، لٹا ہے چمن بھی
 ملے گریباں باں قباحت نہیں ہے
 ہوا فہرِ باں آج، کچھ وقت ایسا
 کسی کو زمانے میں راحت نہیں ہے
 تباہی کی جانب جو لے جا رہی ہے
 کوئی اور شے ہے ریاست نہیں ہے
 جلا کر زمانے کو کہتا ہے آجمل
 شرافت نہیں ہے شرافت تہر ہے



پیام و سلام اُن کا آتا رہا

صلہ لغزِ شوں کا میں پاتا رہا

غمِ عاشقی کی عنایت ہے یہ

ہر اک بار ٹھوکر ہی کھاتا رہا

عجب کشمکش میں کٹی زندگی

غم و درد میں مُکراتا رہا

تمہیں کو بچانے میں کیسے کہوں

نتی ہر مصیبت اُٹھاتا رہا

یہ منظر بھی آنکھوں نے دیکھا کبھی

کہ زاہد کو ساقی پلاتا رہا

شبِ ہجر ایسا ہوا ہے کبھی

وہ آیا نہیں میں بلاتا رہا

نظر اُس کی غیروں سے لڑنے لگی

ادھر دل کو آمجد جلاتا رہا



زلفوں کی آڑ لے کر، بچتے رہو گے کب تک
 اپنی ہی آگ میں تم، جلتے رہو گے کب تک
 عقل و خرد کو کھو کر، خاموش کیوں کھڑے ہو
 دھوکے میں راہزن کے چلتے رہو گے کب تک
 دنیا سمجھ رہی ہے، کیا ہو گیا ہے تم کو
 نادانیوں سے اپنی، لٹنے رہو گے کب تک
 بن جاؤ مردِ میدان لے کر کے نام اُس کا
 دُرتے رہو گے کب تک، تپتے رہو گے کب تک
 آگے قدم بڑھاؤ، حق بات کے لئے تم
 پچھلی حکایتوں کو، سنتے رہو گے کب تک
 فانی جہاں کے پیچھے سرت کھیاؤ آج
 کچھ عافیت کی کر لو، بچتے رہو گے کب تک



کس وقت ہم کو فکرِ عذاب و ثواب تھی
 اُن کی نگاہ اپنے لئے خود شراب تھی
 جس شب تنہا رہے ہجر نے سونے نہیں دیا
 وہ شب ہمارے واسطے کتنی خراب تھی
 کھائے فریب کتنے ہی ہم نے حیات میں
 دیکھا جو غور سے، تو وہ براہِ سُراب تھی
 باتوں کو اپنے چھوڑ بیٹے، اپنا حساب کیا
 ان کی جو بات تھی، وہ بڑی لاجواب تھی
 تنہائیوں کا کچھ ہمیں احساس بھی نہ تھا
 ہم تھے، ہمارا غم تھا، شب بہتاب تھی
 کیسے کہوں کہ، آرزو، پوری نہیں ہوئی
 بربادی ہر قدم پہ مری کامیاب تھی
 آج کل ہم اپنے نقشِ قدم چھوڑ کر چلے
 جو زندگی تھی اپنی، وہ مثلِ حباب تھی



غموں میں جئے ہیں، ستم میں پلے ہیں
 ابھی دل میں باقی بہت دلو لے ہیں
 کہاں تاب لائیں گے بادِ خزاں کی
 جو گُلِ سائے گلستاں میں پلے ہیں
 مرے پاس آنے سے پہلے یہ سوچو
 مری زبیرت کے راستے دل چلے ہیں
 یہ رازِ حقیقتِ سبجھ میں نہ آیا
 کہاں سے چلے تھے، کدھر کو چلے ہیں
 یہ کس کا کرم ہے، یہ کس کی نوازش
 خزاں آشنا جو میرے حوصلے ہیں
 نہ کوئی ہمارا نہ ہم ہیں کسی کے
 زمانے کے دشوار رستے چلے ہیں
 ذرا ان سے آمجد بتا دیجئے جا کر
 مری آہ کے کتنے سورج ڈھلے ہیں



منزل کے قریب آکر رستے کا نہیں یارا

چھائی ہے گھٹا پھر بھی پینے کا نہیں یارا

انصاف کے ماتھے پر بدنامی کا ٹیسکہ ہے

اب ایسے زمانے میں جینے کا نہیں یارا

ہولاکھ بھی رسوائی، ہم شوق سے سہ لینگے

آپنج آئے اگر تم پر، سہنے کا نہیں یارا

ہوتی ہے خطا ان سے کہتے ہیں یہی خاٹی

ہے وقت ہی کچھ ایسا، کہنے کا نہیں یارا

ہر رخ سے نشیمن پر، گیوں برق تڑپتی ہے

کھاوے ہیں قریب اتنے پھنے کا نہیں یارا

ویسے تو اجالا تھا اس پر بھی لگی ٹھوکر

کچھ ایسے گرے یارو اٹھنے کا نہیں یارا

یہ کونسی منزل ہے کچھ ہم سے کہو آج

جینے کا نہیں یارا، مرنے کا نہیں یارا



کوئی ہم سے ملنے پہ مائل ہوا ہے
 پھر اک درد، دل میں اُبھرنے لگا ہے
 یہ دنیا ہمارے تو، پیچھے پڑی ہے
 بتائے مقدر، تجھے کیا ہوا ہے
 چلے آؤ، بے خوف، دل میں ہمارے
 خلوص و وفا کا، یہہ مرکز رہا ہے
 نہ جانے کہاں ہم چلے بے ارادہ
 تمہارا پتا ہے، نہ اپنا پتا ہے
 شبِ ہجر اپنی غضب سے گٹی ہے
 دیا بھی جلا اور دل بھی جلا ہے
 یہی ہے بہت کچھ سکوں کو ہمارے
 کہ اُس نے کبھی یادِ ہم کو کیا ہے
 محبت نہیں ہے، تو اُھجد بتاؤ
 مرے دل میں کیوں دردِ جد سے سوا ہے

سہارا ہے تیرا، تجھی سے محبت
 نہیں آج مجھکو، کسی سے محبت
 نہ گرجا، کلیسا، نہ مسجد نہ مندر
 خدا پر بھروسہ، اُسی سے محبت
 گناہوں کا کچھ تو مداوا ہو یا رب
 نہیں اب مجھے، زندگی سے محبت
 یہ کیسے کہوں اب وہ میرے نہیں ہیں
 ہے نظروں سے اُن کی ٹپکتی محبت
 نمک میرے زخموں پہ چھڑکا کسی نے
 چلو کام آئی کسی کی محبت
 ابھی کمسنی ہے، چلو تم سنبھل کے
 ابھی عمر کیا ہے ابھی سے محبت
 بجڑ تیرے سراور کہاں پر جھکے گا
 ہوں بندہ تیرا، بندگی سے محبت
 زمانہ تمہارا ہے، گردیدہ آئینہ
 رکھو اتم سدا، ہر کسی سے محبت



زخمِ دل اپنا سی گیا کوئی
 غم کے آنسو بھی پی گیا کوئی
 آپ کیا آگئے عیادت کو
 مرنے والا بھی جی گیا کوئی
 تاب کالی گھٹا کی، لانا سکا
 ایک اور جہاں پی گیا کوئی
 اتنی ہمت بھلا کہاں آتی
 ان کے دل میں، کبھی گیا کوئی
 یہ تو معلوم، یہہ مقتل ہے
 کس لئے آج بھی گیا کوئی
 بزمِ اغیار میں ہوا سوا
 ہائے گھبرا کے ہی گیا کوئی
 غم سے بہتر تو موت ہے امجد
 یوں تو جینے کو، جی گیا کوئی



زمانے کا لوگو یہی ماجرا ہے
کوئی ہنس رہا ہے کوئی رو رہا ہے

گھڑی دو گھڑی آپ آرام کر لیں
کہ منزل کو پلنے بڑا فاصلہ ہے

نہ وہ آسکے اور نہ پیغام بھیجا
محبت کا شاید یہی اک صلا ہے

زمانہ رہا صرف محو تماشا
نقاب ان کے چہرے جب بھی ہٹا

کوئی غم نہیں اب بچھا کا تمہاری
زباں پر مرا ذکر تو آگیا ہے

بتا حال بے بندوں کا کیا ہوگا ساقی
نہ پینے کو مٹے ہے نہ کالی گھٹا ہے

حسینوں کی محفل سے تم دور رہنا
کہ آئندہ کسی کو ستانا بڑا ہے



وہ چشمِ کرم مجھ پر فرمائے تو اچھا ہے
پیغام کے بدلے میں خود آئے تو اچھا ہے

جب وقت بدلتا ہے حالات بدلتے ہیں

ہر دھن پہ نیا باجا، بج جائے تو اچھا ہے

یہ مکر بھری دُنیا، تباہ میں نہیں آتی

ویرانے سے دل میرا لگ جاتا اچھا ہے

سانسوں میں خیالوں میں آنکھوں کے اُجالوں میں

ہریاد پر اپنی وہ، آجائے تو اچھا ہے

گر تجھ کو جلانا ہے منظور نشیمن کو

اے برق مرے ہوتے تو آئے تو اچھا ہے

ویسے تو جہاں میں ہم بدنام ہیں سوا میں

لیکن جو ہے دل میں وہ رہ جائے تو اچھا ہے

یہ ظلم و ستم اچھا کب تک سہے جائیں گے

اب عمر کا پیما نہ بھر جائے تو اچھا ہے



آہ و غم میں سدا تملداتے رہے
 اس طرح زندگی، ہم سجاتے رہے
 زمانے کے غم، ہم یہ جیسے بڑھنے لگے
 اشک پی پی کے بھی سکرلاتے رہے
 آپ کی چاہ کا جب خیال آگیا
 دل جلاتے رہے دل جلاتے رہے
 آشیاں جب بھی تیار ہوتا گیا
 برق کو خود ہی جا کر بلاتے رہے
 ایک ہم تھے کہ اُن پر مٹے عمر بھر
 عمر بھر وہ ہمیں اُنماتے رہے
 غم دیا آپ نے ہر قدم پر ہمیں
 آپ کا بار غم ہم اٹھاتے رہے
 ان کو آج بھلائے کی کوشش ہو کی
 ہر قدم وہ ہمیں یاد آتے رہے



مہرباں آپ جو بھولے سے مری جاں ہوں گے
 ساری محفل کے لیے موت کا سامان ہوں گے
 اتنا سبج دھج کے تو میخانے میں منت آسانی
 رکتے میخوادوں کے اب چاک گریباں ہوں گے
 درد کی بات ہے صاف آپ ہمیں یہ کہہ دیں
 درد دیتے ہیں تو، کیا درد کے درماں ہوں گے
 زندگی نے غم دنیا غم جاناں ہی دیے
 گریہ احساں ہیں تو خاکِ احساں ہونگے
 عرش تڑپے گا، زمیں روئے گی، غم نکھریں گے
 مری تربت پہ وہ آکر جو لپشیاں ہوں گے
 روٹھنے والے ذرا یہ بھی تو سوچا ہوتا
 زندگی میں بھی ہمارے کئی ارماں ہوں گے
 دل لگانا ہے تو یہ سوچ لے اٹھنا پہلے
 قابلِ رحم تری زلیست کے ارماں ہوں گے



عوض میں رستم کے، کرم مجھ کو دیدے
 میں طالب ہوں غم ہی کا، غم مجھ کو دیدے
 مجھے ناز ہوگا، عطاؤں تپیری
 زیادہ کسی کو، تو کم مجھ کو دیدے
 میرا سر مجھکے کانہ آگے کسی کے
 تیرے غم کا ہی، کچھ بھرم مجھ کو دیدے
 تجھے ڈھونڈتا میں، کہاں تک بھرونگا
 کم از کم اُمیدِ کرم مجھ کو دیدے
 جھاؤں میں تپیری، میں پاؤں ہولنت
 رستم ہی برا، کرم مجھ کو دیدے
 اکیلا ہوں، صحر ہے اور تیری یادیں
 اب اتنا کرم، چشمِ نم مجھ کو دیدے
 گنہگارِ آجہد کی یہ ہے تمت
 تیری جِسلوہ گاہِ ارم مجھ کو دیدے



یہ میرے خواب کی تعبیر نظر آتی ہے
 سامنے پھر وہی تصویر نظر آتی ہے
 مرے حالاً جو خانوں میں ہیں لوگو
 وقت کے ہاتھ میں تقدیر نظر آتی ہے

دل مرشحیتہ رنج و الم ہوتا ہے
 جب خوشی کی کوئی تدبیر نظر آتی ہے
 پھر سے شاید کسی ارمان کا خول ہوتا ہے
 پاؤں میں پھر مرے زنجیر نظر آتی ہے
 دل مرا ہو گیا، بیگانہ خوشی سے لوگو

یہ مرے درد کی تاثیر نظر آتی ہے
 مراقبات بھی پشیمان نظر آتا ہے
 تھر تھراتی ہوئی شمشیر نظر آتی ہے
 ہائے تم کس کی جفا دل سے جفا ہوا عجلہ
 غم میں ڈوبی ہوئی تحسیر نظر آتی ہے۔



تباہی چمن کی، نہیں بے سبب ہے
 یہ مانا نظر میں، تمہاری غضب ہے
 ترا شکر مجھ سے ادا کیسے ہوگا
 کہ جو بھی دیا تو نے دہلے طلب ہے
 اماں مجھ کو میری وفاؤں کی دیدی
 ستمگر زمانے میں تیرا لقب ہے
 ہر اک گل اُداس، اور غمگین کلیاں
 چمن کا نظارا، بڑا ہی عجیب ہے
 اگر دیر کی تو نے، صدمہ ہے گا
 ترا نام لیوا تو، اب جان بے سبب ہے
 ہو آنا تو آجاؤ، مرنے سے پہلے
 پس مرگ آنا تو، اب بے سبب ہے
 چلا جا رہا ہے، وہ صحرا صحرا
 پتہ خود کا بھی آج آجھد کو کب ہے



مری زندگی میں، مَرزہ تو نہیں ہے
 جوانی کی یہ بھی سزا تو نہیں ہے
 سیہ کاکلوں نے جو جکڑا ہے دل کو
 کوئی میسے کر بیچھے، بلا تو نہیں ہے
 جفاؤں کی بارش ہے گی یہ کینک
 وفاؤں کا کوئی سلسلہ تو نہیں ہے
 مجھے روز ملتے ملتے رہا ہے
 مگر وہ ابھی تک، ملا تو نہیں ہے
 ہر اک سے پتہ اس کا میں پچھتا ہوں
 جو ہے پاس میسے جدا تو نہیں ہے
 جو گزری ہے دل پر وہ کہتے ہیں اُجد
 مرا دردِ دل اب چھپا تو نہیں ہے



جب سے اُن کا نظر ارا گیا
 دل کو غنم سے ستوارا گیا
 ہائے محبوبریاں وقت کی
 دامنِ دل پسارا گیا
 راہزن جب ملے راہ میں
 راہبر کو پکارا گیا
 اُن کی آمد کے چہرے ہوئے
 گھر کو اپنے ستوارا گیا
 اُن کی چشمِ کرم پھر گئی
 جو تھا حاصل سہارا گیا
 بد نظر لگ نہ جائے کہیں
 صدقہ ان کا اتارا گیا

یادِ امجد کی اغیار میں
 نام لے کر پکارا گیا



سہارے بھی ایسے سہارے ملے
 قریب نظر کے نظارے ملے
 بہر حال وہ مرے گھر آ گئے
 چلو بعد مدت کنارے ملے
 جو آئینہ دیکھا پتہ چل گیا
 سبھی مجھ کو قسمت کے مارے ملے
 نہ ارمان پورے ہوئے عمر بھر
 بنا جو نشیمن شرارے ملے
 ستم رنج و غم چند رسوائیاں
 یہی ہم سفر بس ہمارے ملے
 کہاں چاندنی اپنی قسمت میں تھی
 فقط ٹٹماتے رستارے ملے

کہاں آپ اہجد چلے آ گئے
 یہاں صرف اجل کے اشارے ملے



اس جہاں کو خراب ہونا تھا
 حُسن کو بے نقاب ہونا تھا
 حق و ناحق کے فیصلے کے لئے
 صاف میرا حساب ہونا تھا
 اُن کا ہوتا رہا، سبھی پہ کرم
 ہاں مجھ ہی پر عتاب ہونا تھا
 ان کی آنکھوں میں جھانکتا ہوں
 مجھ کو پینے شراب ہونا تھا
 کشمکش بے خودی کی ایسی تھی
 زندگی کو شراب ہونا تھا
 وقت کی کروٹیں ارے تو بہ
 درد کو لا جواب ہونا تھا
 ان کی رودادِ حق بجانب تھی
 اور مجھے محو خواب ہونا تھا
 ہو گیا رازِ دل عیاں لوگو
 چہرہ، دل کی کتاب ہونا تھا
 عہد پیری لپٹ گیا آئینہ
 ہائے پھر سے شباب ہونا تھا



اپنی حالت یہ ہو گئی ہے اب

زندگی تھک کے سو گئی ہے اب

کوئی ہمدرد دے پتا ہم کو

دل سی اک چیز کھو گئی ہے اب

مسکراہٹ، تمہارے چہرے کی

میرے آنکھوں کو دھو گئی ہے اب

بڑھتے بڑھتے یہ بے رخی تیری

دل کی کشتی ڈبو گئی ہے اب

غم نہیں ہے کہ ہو گئے رسوا

غم یہ ہے بات تو گئی ہے اب

اپنے دل سے الجھ پڑے امجد

دل سے یاد ان کی جو گئی ہے اب



دوا دردِ دل کی بٹے گی کہاں
 ہوا پیار کی، اب چلے گی کہاں
 اگر زلف چہرہ پہ آکر لے کے
 بتا چاندنی پھر ڈھلے گی کہاں
 جو تو دورِ ہم سے رہے گا سدا
 تو پھر بات اپنی بنے گی کہاں
 نہ جادہ، نہ منزل، نہ تیرا پتہ
 شبِ ہجر آخر کٹے گی کہاں
 چمن میں اگر، تو ہی رک کر رہے
 بہارِ چمن پھر کٹے گی کہاں
 اندھیرا مقدر میں ہے دستو
 بھلا دشمنی پھر ٹپے گی کہاں
 لحد میں تو آجحد کی کٹ جائے گی
 بتا زندگی تو رہے گی کہاں



سناغ کی کھنک میں نہ گھٹاؤں میں اثر ہے
بے تاب جگر ہے، کبھی بے چین نظر ہے

وارفتگی شوق نے اس موڑ پہ چھوڑا
گلشن نہ بیا باں ہے فقط راہِ گذر ہے

وہ مجھ سے ہیں ناراض و خفا اور میں بدظن
شاید یہ اُن اُلجھے ہوئے گیسو کا اثر ہے

کیا ہم نے خطا کی ہے فقط پیار کیا ہے
کیوں ہم پہ، خدا جانے، زمانے کی نظر ہے
اک بات میں پوچھوں، ذرا اتنا تو بتا دے
انجان ہے کیوں مجھ سے تو کیا مجھ میں کسر ہے

غیروں کو بُلا کے، نہ سجاؤ کبھی محفل
فتنے نہ اٹھیں مجھ کو اسی بات کا ڈر ہے

مُسرور ہے آجحد جو ترے غم کو ہی پا کر
محسوس یہ ہوتا ہے کہ الفت کا اثر ہے



لپچائی نظر کہتی ہے شیشہ میں پری ہے
 کہتی ہے گھٹا جھوم کے پینے کی گھڑی ہے
 اے اہل جہاں سُن تو لو، مانو کہ نہ مانو
 جو بات میں کہتا ہوں سو وہ بات گھڑی ہے
 جب یاد اسے کرتا ہوں وہ آجاتا ہے اکثر
 اللہ کی رحمت ہے کہ عمر اس کی بڑی ہے
 جینے کا نہ امکان رہا ہائے کہوں کیا
 کس شوخ سے جا کر یہ نظر آج لڑی ہے
 ناکردہ گنہگار ہوں، مجبور ہوں بے بس
 قاتل کی نظر مجھ پہ ہی لے دے کے پڑی ہے
 آجاؤ خیالوں میں مجبوری تمہیں کیا
 جانے نہ اسے کوئی یہی ایک گھڑی ہے
 آمجد تمہیں کس وقت یہ یاد آئی ہے تو بہ
 جب سر پہ ملاقات کو موت آن گھڑی ہے



دیکھتے ہی دیکھتے، بس دل کے ٹکڑے ہو گئے
 ہم نوالہ، ہم پیالہ، راہ میں ہی سو گئے
 کون جانے کیا ہوا اور کب ہوا کیونکر ہوا
 تھا زباں پر نام میرا، روتے روتے سو گئے
 یہ ہجوم عاشقاں اور بے وقاری سبکیاں
 جس طرف سے آپ گزرتے تھے الفت ہو گئے
 کس پہ کیا گزری بھلا احساس ہی کیا آپ کو
 عشق کی اس راہ میں کتنے ہی قربان ہو گئے
 اک ذرا سی بے رخی، کتنوں کو مُردہ کر گئی
 کل تک زندہ جو تھے، وہ آج ہیں پھر سو گئے
 آؤ بیٹھو دو گھڑی الفت کی باتیں تو کریں
 کب تک یہ بے قراری، کس لئے تم کھو گئے
 آمجدان کی آنکھوں میں آنسو نظر آتے تھیں
 مرنے والے مر گئے اور رونے والے رو گئے



اب قول و فعل کا بھی بھروسہ نہیں رہا
 سمجھے تھے جس کو اپنا وہ اپنا نہیں رہا
 دُنیا کی کلفتوں نے، کمرانی توڑ دی
 سرسبز جنونِ عشق کا سودا نہیں رہا
 شب بھر کی میکشی نے دکھایا ہے وہ اثر
 ظاہر ہے متقی کا بھی تقویٰ نہیں رہا
 برباد کر کے مہنتی ہے، دنیا غریب پر
 اب زخمِ زندگی کا، مداوا نہیں رہا
 آیا جو ہاتھ جام، وہ لبریزی تو تھا
 چشمِ کرم کے صدقے، میں تشنہ نہیں رہا
 اپنا لیا ہے غم ترا، خوشیوں کو چھوڑ کر
 جب سے ملا یہ غم، کوئی اپنا نہیں رہا
 آدابِ شاعری میں، یہ فن کو نکھار دے
 کوشش رہی، مگر اس کا نہیں رہا

جمہوریت کا دور بھی کیا خوب دور ہے
 آہجدا یاں کوئی، ادنیٰ داعی نہیں رہا



دھوکے میں آج میسری جو تصویر لی گئی

اُلفت کی یہ کہانی ہر اک سے سُنی گئی

پینے پلانے کا تو میں قائل نہیں مگر

غم کو بھلانے کے لئے تھوڑی سی پی گئی

میں تیز گام تھا مجھے کوئی خبر نہ تھی

راہوں میں جانے کس طرح تیری گلی گئی

غم کے سوا ملا نہ ہمیں کچھ حیات میں

آنسو بہائے اتنے کہ زندہ دلی گئی

ان سے نہ مل سکا مجھے اتنا تو غم نہیں

افسوس تھا یہی کہ میری زندگی گئی

اک بار ان کو دیکھا تو اب تک ہوں بے قرار

ساری ہنسی گئی، مری ساری خوشی گئی

ویسے کون چینِ مسرت، سبھی ملے

آج کل تمہارے چہرہ کی کیوں تازگی گئی



روٹھے ہوئے کو پھر سے متناہی پڑ گیا
 اخلاص، پیارا اپنا، بڑھانا ہی پڑ گیا
 اُلفت کی بارگاہ کا نقشہ یہی تو ہے
 جلتا اگر ہے دل تو جلا ناہی پڑ گیا
 لطف و کرم سے تم بھی جو محروم ہو گئے
 دیرانیوں سے دل کو لگانا ہی پڑ گیا
 اس راہ میں ہر ایک کے کی غم سے دوستی
 سر پہ جو آفتیں ہیں اٹھانا ہی پڑ گیا
 کچھ کرنا چاہتے ہو تو کر کے دکھا بھی دو
 دھارے کے ساتھ خود کو بہانا ہی پڑ گیا
 اک حد ہے بے وفائی کی تم کو خبر نہیں
 اپنی وف کو آج جتنا ہی پڑ گیا
 امجد مقابلہ تمہیں کرنا ہے، دہر سے
 ہر اک بلا کو سے ٹلانا ہی پڑ گیا



مجھے بھی خبر ہے، اُسے بھی خبر ہے
 محبت کا چھایا، ہر اک پر اثر ہے
 مرے دل میں اک بار آکر تو دیکھو
 جھجھکنا یہ کیسا، مہربانی گھر ہے
 نہ ہے مجھ کو رغبت، نہ ہے تم کو چاہت
 ہر اک دوسرے کے لئے دردِ سر ہے
 رکھا تھا جسے میں نے سینے میں لوگو
 وہی رازِ دل آج کیوں دبدر ہے
 نہ کوئے بُتاں ہے، نہ مندر نہ مسجد
 ہمارا تو دل شیشہ کا اک تگر ہے
 میں کس موڑ پر آکے ٹھیرا ہوں آخر
 نہ اُن کی خبر ہے، نہ اپنی خبر ہے
 مرے فن کی آہِ مستائش تو کیجئے
 نظر میں کوئی ایسا اہلِ نظر ہے



پھر سے اُلفت، وہ جتنے آئے

دل کے زخموں کو سجانے آئے

غیر ہیں آج، وہ کل اپنے تھے

ہائے یہ کیسے، زمانے آئے

پاس آنے سے، جو کتے تھے

رسم اُلفت، وہ نبھانے آئے

یہ پھر اک طرزِ وفاداری تھا

کرتے کرتے، وہ بہانے آئے

وہ جو چپلمن میں رہا کرتے تھے

محفلِ یازِ سجانے آئے

ایسا ہوتا ہی چلا آیا ہے

ہم گئے، وہ نہ بلانے آئے

انتہاءِ پیار کی، آمجد دیکھو

وہ میرے ہوش اُڑانے آئے



نہ اُس کی خطا ہے، نہ میری خطا ہے

مگر اُس کا جَلوہ غضب کر گیا ہے

خفا وہ اگر ہے، تو کچھ غم نہیں ہے

اُسی کے سہارے کوئی جی گیا ہے

غموں کے سوا، کون ہے اُس کا ساتھی

مقدر میں اُس کے یہی تو لکھا ہے

تو اتنا بتا دے، چلایا تھا کس پر

وہ تیرِ محبت، کہاں پر لگا ہے

یہ مانوں اگر میں، وہ میرا نہیں ہے

تو کانوں میں آتی یہ کس کی صدا ہے

وفا سے نہیں ہے، اُسے کوئی رغبت

یہ طُغ وِ ستم بھی تو اُس کی ادا ہے

دھرو کانِ آمجد کی باتوں پہ یارو

وہ جو کچھ بھی کہتا ہے، بالکل بجا ہے



جو بچپن گیا تو شباب آگیا
 نظر بولی، بس حجاب آگیا
 تری زلف میں پھر آئے ہیں خم
 جوانی کا نشہ، شباب آگیا
 جو دیکھا تو، ہاتھ اپنا سینہ پہ تھا
 محبت کا جب ہم کو خواب آگیا
 میں ان سے نظریں تو ایسا لگا
 میرے ہاتھ، جام شراب آگیا
 تکلم، ترنم بھی ہونے لگا
 پیامِ محبت کا، باب آگیا
 میں سمجھا تھا، ہے مفت کی قیا
 ترے میکدے کا حساب آگیا
 ملے گا نہ آج، سکوں اب کبھی
 نگاہوں کا اُن کی عتاب آگیا



جھکا دل تو سجدہ روا ہو گیا
 مرا فرض اب تو ادا ہو گیا
 ذرا سانس لینے کی فرصت ملی
 نشانہ کسی کا خط ہو گیا
 ہماری تباہی پہ نازاں ہیں سب
 لٹے ہم جہاں کو مزا ہو گیا
 کرم اس کا غیروں پہ مونے لگا
 تو میرے لئے یہ بُرا ہو گیا
 نظارہ جو اس کا ہوا ایکبار
 دوا کا نہ ہوٹا دوا ہو گیا
 یہ دل آپ کا تھا دیا آپ کو
 محبت کا حق، تو ادا ہو گیا
 میری صاف گوئی تھی آجداگر
 سنا ہے وہ مجھ سے خفا ہو گیا



مقدّر کا چکر تو، چلتا رہے گا
ہر آنسو تبسم میں ڈھلتا رہے گا

یہ قدرت ہے اُسکی، وہی اُسکو جانے
بگڑتا ہے جو، وہ سنبھلتا رہے گا

رہ عاشقی میں، تو یہ بھی ہے ممکن
کہ حُبنا ہے جس کو، وہ جلتا رہے گا

تمہیں جو بھی کرنا ہے کر کے دکھا دو
نرمانہ ہمیشہ بدلتا رہے گا

لکھی جس کی قسمت میں نا کامیاں ہوں
وہ ہاتھوں کو تو اپنے ملتا رہے گا

خوشی ہو کہ غم حادثہ ہو کہ ماتم
بہ ہر حال یہ وقت چلتا رہے گا

نرالی طبیعت ہے آہجڈنے پائی
مچلتا ہوا دل، مچلتا رہے گا



پیسے بے نور تارے قمر کے بغیر
 شبِ محبِ گنہ گری سحر کے بغیر
 گناہوں سے توبہ، تو کی ہے مگر
 ملے گی نہ جنت، اثر کے بغیر
 خموشی میں ان کی عجب لہر ہے
 ہوا عشق کیسے نظر کے بغیر
 عداوت سے رہتا ہے، اپنا وجود
 مقامِ شجرِ بر کیا ثمر کے بغیر
 میر شمع پر دانہ محبوں کا
 وہ کیا اڑ سکے، بال و پر کے بغیر
 مجھے کر کے بے گھر تمہیں کیا ملا
 رہوں کیسے زندہ میں گھر کے بغیر
 عجب حالِ آج کل کا ہے دوستو
 سفر میں ہے ہر دم سفر کے بغیر



نظروں میں اُس کی جب اقرار ہو گیا ہے
 سارے جہاں کا دل یہ مختار ہو گیا ہے
 وہ آئیں یا نہ آئیں اُمید مر چکی ہے
 یہ مرحلہ بھی اب تو دشوار ہو گیا ہے
 حسرت نکالنے کو محفل میں ہم جو آئے
 آنا یہاں پر اپنا، بیکار ہو گیا ہے
 لے کر میں کیا کرونگا سارے جہاں کی دولت
 جب قہر ہی مجھ سے یارب بیزار ہو گیا ہے
 آنکھیں کھلیں تو دیکھا پہلو ہے خالی خالی
 خوابوں میں ان کا آنا، آزار ہو گیا ہے
 ٹھہرا تھا راہ تنکے، تیرے لئے ہی ہدم
 صد شکر تیرا مجھ کو، دیدار ہو گیا ہے
 دُوری سے تنگ آکر، بدنامیوں کے ڈلے سے
 امجد بھی کچھ دنوں سے خود دار ہو گیا ہے



ظلم و ستم کا اُس کے اظہار کیا کریں گے

اس جان بے وفا سے تکرار کیا کریں گے

دورِ خزاں میں بیٹھے، آنسو بہا رہے ہیں

گلزار سے نکل کر ناچار کیا کریں گے

آفت بھی تم نے کی ہر ماتم بھی کر رہے ہو

اہلِ زمانہ اس پر اظہار کیا کریں گے

روتہ ازل سے اُس کی شاید ہی روش ہے

ایسے مزاج پر ہم انکار کیا کریں گے

ہر ایک جان کر ہی ضربیں لگا رہا ہے

ماحول جب ہو ایسا خود دار کیا کریں گے

واپس تو دل کا لینا، آسان نہیں ہے اتنا

مرضی یہی ہے اس کی اصرار کیا کریں گے

دینی تھی جان اپنی، دیدی ہے اک نظر میں

مائل ہی جب نہیں دل، سرکار کیا کریں گے

گزرے دنوں کا آنحضور اظہار کس طرح ہو

بننا میوں کا ڈر ہے، اقرار کیا کریں گے



بہاروں کا موسم خزاں ہو گیا ہے

مقدر ہمارا کہاں سو گیا ہے

قضاء و قدر کے مسائل عجیب ہیں

نہ لوٹا عدم کی طرف جو گیا ہے

ملے گی کہاں روشنی اب نظر کو

اُجالا اندھیروں میں اب کھو گیا ہے

اگر جلد آتے تو کچھ بات ہوتی

جگاؤ نہ اس کو ابھی سو گیا ہے

ستاروں نے اس کو لمحہ میں خدارا

ابھی آنسوؤں سے مٹنے دھو گیا ہے

بڑی مشکلوں سے سینھالا تھا دل کو

بتاؤ کہاں ہے کہاں کھو گیا ہے

کہاں کا سکوں، چین کیسا ہے آج

مرے حال پر ہر کوئی رو گیا ہے



نہ منزل ہے میری نہ کوئی نشان ہے

تعجب میں ہوں میں یہ کیسا جہاں ہے

عجب یہ زمین ہے عجب آسماں ہے

نہ مست در نہ مسجد نہ کوئے بتاں ہے

ہر اک مستلا ہے پریشانیوں میں

سکوں ڈھونڈتے ہیں مگر وہ کہاں ہے

تڑپ بجلیوں کی سنسنی نہ دے گی

نشین کا جلتا بہر سو عیاں ہے

ہر اک درتے مجھ کو تو ٹھکرا دیا ہے

ترا در جو چھوٹے تو پھر در کہاں ہے

بظاہر ہے شکار چہرہ خوشی سے

دکھاؤں میں کیسے جو درد نہاں ہے

خزاں میں ہی پلندا، مفت در ہے میرا

بہاروں میں جینا مفت در کہاں ہے

انھیں کیا ضرورت ہے خنجر کی امجد

کہ خنجر سے بھی تیرے زنجی نہاں ہے



اس دور میں بھی یارو، بیزار بہت سے ہیں
 ہر گوشہ و دنیا میں، آزار بہت سے ہیں
 ساقی ترا میخانہ، کیوں تنگ ہوا ہم پر
 پینے کے لیے یاں تو میخوار بہت سے ہیں
 محفل تو سجائی تھی اپنوں کے لئے لیکن
 جاتے ہیں جہاں پر بھی اغیار بہت سے ہیں
 آواز تو اٹھتی ہے فتنوں کو دبانے کی
 افسوس مگر یہ ہے، اشرار بہت سے ہیں
 اللہ محافظ ہے اب دولتِ ایماں کا
 بدلے ہوئے چہروں میں دیندار بہت سے ہیں
 دنیا تو یہ فانی ہے، یہ سوچنا بہت ہے
 دولت کے نشہ میں یاں، شرار بہت سے ہیں
 یہ ہجر کی راتیں ہیں، دُوری ہے، جدائی ہے
 تنہائی سے آجہد ہم بیزار بہت سے ہیں



سلامت رہو تم، بھلا ہو کسی کا
 محبت کا بدلا ادا ہو کسی کا
 بلا وجہ کیوں تو اُلجھنے لگا ہے
 ذرا غور سے سن گلا ہو کسی کا
 نہ جل آگ میں تو حسد کی کبھی بھی
 مقدر میں جو ہے بلا ہو کسی کا
 عجب ہیں مسائل، قصا و قدر کے
 فلک سے رستار، دھلا ہو کسی کا
 جلی شمع، پروانے منڈلا کے آئے
 جلاتی ہے خود کو بھلا ہو کسی کا
 یہ کس کی گلی ہے، یہ میل ہے کیسا
 کہ جادو یہاں پر چلا ہو کسی کا

تمہیں اس سے مطلب نہیں کوئی امجد
 انگوٹھی میں موتی جڑا ہو کسی کا



مجھے اب کوئی غم نہیں ہے جفا کا
 بھروسہ نہیں ہے مہاری وفا کا
 ذرا بچ کے چلنا تو بادِ صبا سے
 کہیں سے آنچل، نہ سر کے حیا کا
 پلا جامِ ساقی، تو ہر تشنہ لب کو
 پلٹ جائے گا تلخ، غصوں کی ہوا کا
 یہ نغمے چمن میں، یہ کلیوں کا کھلنا
 کرشمہ ہے یہ سب تمہاری ادا کا
 کٹی عمر میری، وفا بانٹنے میں
 صلہ ملنے والا ہی، کیا ہے وفا کا
 فقط دل کی تسکین کا سماں نہ کرنا
 جو تو ہاتھ اٹھائے اثر ہو دعا کا
 زمانہ ڈرائے گا کیا مجھ کو آج
 بھروسہ ہمیشہ ہے مجھ کو خدا کا



ترے ظلم سہتے ، گذرتے گئے دن
 غموں کے سہارے ، سنورتے گئے دن
 جفاؤں کا مجھ کو کوئی غم نہیں ہے
 اداؤں سے تیری نکھرتے گئے دن
 زمانے کی گردش ، عجب ناک پر ہے
 یہاں ہر قدم پر بکھرتے گئے دن
 یہ ہم سے نہ پوچھو کہ کیسی کٹی ہے
 گزارے نہیں ہیں ، گذرتے گئے دن
 کبھی وقت محتاج ، ہوتا نہیں ہے
 جو کام اپنا کرتا تھا کرتے گئے دن
 مری میکشی کا ہوا ، الزام کس پر
 پلاتے رہے اور مکتے گئے دن
 ہر اک دن وفادار ثابت ہوا ہے
 مرے جب بھی آنکھیں گذرتے گئے دن

تو آجائے تو مجھ پہ احسان ہوگا
تیری دید کا کچھ تو سامان ہوگا

اگر آ زمانا ہے تم کو تو آؤ
جگر دل ہر اک تم پہ قربان ہوگا

تمہارے تعارف کی حد بھی ہے کوئی
کوئی عسر ساری پریشان ہوگا

قیامت کے ڈر سے دھڑکتا ہے یہ دل
چلو ساتھ میرے یہ احسان ہوگا

تری یاد ہے میرے غم کا مداوا
تری یاد آئے تو درمان ہوگا

نموشی سے تیری مکر و فضا ہے
محبت کی دنیا میں یہ جان ہوگا

ذرا غور سے جھانک کر دیکھو احمق
زمانے میں کوئی تو انسان ہوگا

بکھر اتو ذرا دنیا زلفوں کی گھٹاؤں کو
تسکین تو ہو جائے کچھ میری وفاؤں کو

مدت سے تڑپتے ہیں، جذبات محبت کے

دیکھیں تو کہاں دیکھیں اب انکی اداؤں کو

زاہد کو لیے ہم تو آئے تھے ترے در پر

کیا ہو گیا اے ساقی ان کالی گھٹاؤں کو

تو رحم کے بدلے میں بس ہم پہ جفا کرنا

سینے سے لگالیں گے ہم تیری جفاؤں کو

انبار گناہوں کا اٹھنے ہی نہیں دیتا

میں ڈھونڈتا پھرتا ہوں بس تیری عطاؤں کو

دیکھا نہیں جاتا ہے ملتے ہیں جہاں دو دل

کیا روگ لگا ہے یہ دنیا کی فضاؤں کو

بے راہ روی نے ہی امجد کو یگاڑا ہے

اب بخش دے اے مالک تو اس کی خطاؤں کو

ہم آئے نہیں ہیں بلّائے گئے ہیں

نہ جانے ہوا کیا اٹھائے گئے ہیں

کبھی اُن کا ہم پر کرم ہی نہیں ہے

کہ ہر قدم پر ستائے گئے ہیں

یہ شہرِ خموشاں کا منظر عجیب ہے

ہزاروں یہاں پر سلائے گئے ہیں

وہ جیسے کہ واقف نہیں ہم سے اب تک

بھری بزم سے یوں اٹھائے گئے ہیں

محبت کی دنیا میں ہوتا ہے سب کچھ

رُلائے گئے ہیں ہنسائے گئے ہیں

یہ ان کا کرم ہے یہ ان کی عنایت

ہیں جامِ اُلفت پلائے گئے ہیں

غمِ عاشقی میں گھرے ایسے امجد

جو تھے چند آنسو بہائے گئے ہیں

یادوں نے تیری محب کو دیوانہ کر دیا ہے
 سائے جہاں سے تو نے بیگانہ کر دیا ہے
 تیرے کرم کے صدقے اپنوں سے دور کر کے
 بے تاب زندگی کو افسانہ کر دیا ہے
 دیکھا ہے جب سے تجھ کو دیوانہ ہو گیا ہوں
 تیری ادا نے مجھ کو مستانہ کر دیا ہے
 اتنی پلائی تو نے ہوش و خرد بھی گم ہیں
 نظروں کو تو نے جب سے میخانہ کر دیا ہے
 اے حادثہ تمہارا احسان کیا ادا ہو
 کتنے ہی غفلوں کو فرزانہ کر دیا ہے
 گم گشتہ کار و ال کا چلتا نہیں پتہ اب
 اچھا ہوا کہ تو نے دیوانہ کر دیا ہے
 کیا کیا کیا نہ تو نے امجد روش بدل کر
 خوش حال زندگی کو ویرانہ کر دیا ہے



دیدار کی حسرت میں ہر شے کو لٹا ڈالا

کاکل کی گھٹاؤں میں دل اپنا پھنسا ڈالا

طوفان میں کشتی تھی، لہروں سے لڑائی تھی

رحمت نے مگر اس کو ساحل سے لگا ڈالا

جسلی تو ترپتی ہے، ہر آن لپکتی ہے

غم کچھ بھی نہیں ہم کو گلشن جو بلا ڈالا

دوری سے تری تھک کر مایوس ہو ایسے

جو زخم تھے سینے میں ناسور بنا ڈالا

الزام نہ دو ہم تو حق بات کے قائل ہیں

اُٹھتے ہوئے فتنوں کو ہر آن دبا ڈالا

آنسو کی روانی نے کام اپنا کیا آخر

نشر جو لگے دل پر مرہم سا لگا ڈالا

بد نام رہے امجد پر نام تو ہے اُن کا

حق بات پہ اُس نے دنیا کو جھکا ڈالا



کرنا تھا جو بھی آپ کو وہ کام کر گئے
گھٹ گھٹ کے ہم کو مرنا تھا خاموش مر گئے

اک آپ تھے جو ساری خطاؤں سے دور تھے
الزام جتنے آئے وہ اپنے ہی سر گئے
یہ زندگی پرانی تھی، جیتا فضول تھا
مالک نے جب بلایا خوشی سے گزر گئے

دنیا کی اُلجھنیں تو سدا ساتھ تھیں مگر
جو کام ہم کو کرنا تھا وہ کام کر گئے

یارب تیرا کرم تھا، غنابت تھی بس تری
جس راہ پر گئے تو بڑے بے خطر گئے

اہلِ خیر دین نام ہمارا سدا رہا
دیوانہ حسان کہ ہمیں الزام دھر گئے

جب تک میں ان کے ساتھ تھا انجان وہ رہے
جب میں گیا تو کہتے ہیں امجد کدھر گئے



نظر تھک گئی جب نظائے کہاں

محبت میں ہمد سہائے کہاں

ہر اک ناخدا جب خدا بن گیا

تو پھر کشتیوں کو کتنا اے کہاں

تباہی نے ہنگامہ برپا کیا

مصیبت کے دن میں سہائے کہاں

نشیمن اگر خود ہی جلنے لگے

تو جائیں گے شعلے شرارے کہاں

خوشی ہم سے کافور سی ہو گئی

یہ غم آپ کے ہیں ہمارے کہاں

اگر تو ہی ناراض ہم سے رہے

کوئی اپنا دامن پاس کہاں

خوشی کے وہ احمق کہاں دن رہے

ہمارے نہیں تو تمہارے کہاں



بتما ہے حسن بھی سرِ بازار دیکھیے
کتنے کھڑے ہوئے ہیں خریدار دیکھیے

زند ان کو کھولے جانے کے آثار ہیں بہت

رہتا ہے آپ کو یہاں بیدار دیکھیے

ساقی کی اک نگاہِ کرم کا اثر ہے یہ

جو پارِ سا تھے اب ہیں وہ میخوار دیکھیے

حیرت فزا ہیں کتنی زمانے کی کروٹیں

اپنوں کو چھوڑ غیروں سے ہے پیار دیکھیے

کیجے نہ فیصلہ کوئی صورت کو دیکھ کر

اندر کا حال دیکھیے کردار دیکھیے

محبِ دیہ مان لیجئے مطلب کی بات،

تڑپیں گے روزِ حشر گنہگار دیکھیے



دل کو اک پیچ و تاب میں دیکھا

جب بھی دیکھا عذاب میں دیکھا

ہجر کی شب ہے اور تنہائی

لمحہ لمحہ عذاب میں دیکھا

زندگی لوگ، جس کو بھتے ہیں

وہ مزہ تو شباب میں دیکھا

جاگنے پر نہیں ملا، کچھ بھی

جو بھی دیکھا وہ خواب میں دیکھا

مفلسی، کس میسر سے بے تابی

کیا جہانِ خراب میں دیکھا

بے خودی، مزہ میرے دل نے

اُس نظر کی شراب میں دیکھا

لُح پہ سُرخ، نگاہ میں ہلچل

اس کو دل کی کتاب میں دیکھا

یہ حقیقت تھی یا فریبِ اُحمَد

اک تماشائے سراب میں دیکھا



ہم نے کیا کیا نہ کیا، اُن کو بلانے کے لئے

پروہ ٹھانے ہی ہے، دل میں ستانے کے لئے

آپ اک بار ذرا جھانک کے دیکھیں تو سہی

دل کی سوغات میں لایا ہوں بتانے کے لئے

مر کے بھی ہم تو اکیلے کے اکیلے ہی ہے

کون آئے گا بھلا، لاش اٹھانے کے لئے

حسرت ویاس کی چوٹ پر گزاری دینا

دُم آخر وہ چلے آئے، بٹھانے کے لئے

آ تو سکتے ہیں مگر کون انہیں سمجھائے

دور رہنا ہے انہیں اک لگانے کے لئے

غیر سے دوستی، بیگانگی آپ اپنے سے

کیا نہ کرنا ہے مجھے، انکو منانے کے لئے

آج مخمور نگاہوں کا لئے جامِ امجد

کوئی آیا ہے مری، پیاس بجھانے کے لئے



جُدائی نے تیری ستم ڈھا دیا ہے

غم زندگانی نے، تڑپا دیا ہے
نظر میں کوئی شے سماتی نہیں ہے

بتا تو نے آخر، مجھے کیا دیا ہے
میں گلشن کو شاداب کرنے چلا ہوں

خزاں نے جسے آکے مڑھا دیا ہے
اُسی نے مجھے مُڑ کے دیکھا نہیں ہے

مری زسیت کو، جس نے ترسا دیا ہے
اے جلنے والے، ذرا پوچھ لیتا

وفا کا صلہ تو نے کیا کیا دیا ہے
بتاؤ اُسے کس طرح میں ٹھلاؤں

جو بھولانا جائے وہ صدمہ دیا ہے
یہ کیا کم ہے، اے اہل محفل بتاؤ

کہ امجد نے محفل کو گرا دیا ہے



خفۃ احساس جگانے کو چلا ہے کوئی

دل میں پھر جھانکنے آمادہ ہوا ہے کوئی

کون کہتا ہے کہ مرنے سے سکون ملتا ہے

سُن کے قدموں کی صدا جاگ اٹھا، کوئی

ظلم جب حد سے سوا ہوتے لگا ہے تیرا

آتشِ غم میں تیری زندہ جلا ہے کوئی

دھڑکنیں دل کی سنبھلنے ہی کہا دیتی ہیں

آج شاید میرے پہلو سے گیا ہے کوئی

تجھ کو اندازہ نہیں ہے مری چاہت کا ابھی

عمر ساری تیری بانہوں میں لٹا ہے کوئی

مُڑنے کے تو دیکھ ذرا، آتی ہے آنکھ کس کی

حشر کے دن بھی تیرے ساتھ چلا ہے کوئی

پہلے آنکھوں میں سکانے کی قسم کھانی تھی

آج مُنہ موڑ کے، اُجھڑ سے چلا ہے کوئی

جب یاد میری آئے خوابوں میں بلا لینا

دنیا کی نگاہوں سے تم مجھ کو چھپالینا

اک جام محبت کا ہاتھوں سے پلا دینا

بھٹکا ہوا راسی ہوں بانہوں میں چھپالینا

میں نے تو نہیں مانگا تم ہی دیا دل کو

اب اتنی تمنائے سینے سے لگالینا

غیروں کی طرح مجھ سے یوں دور نہیں مٹنا

چھوٹے نہ کہیں دامن وعدوں کو نبھالینا

اب دل کے اندھروں کا اک تم ہی مدد دہو

آکر دل ویراں میں تم شمع جلا لینا

حالات بگڑتے ہیں بس غم جوں کھو

اٹھتا ہے اگر طوفاں سینے میں دبالینا

تصویر سے تم امجد باتیں نہ کرو اپنی

جب سامنا ہو جائے سینے سے لگالینا



رُلانے سے پہلے ہنسی آگئی
 نہ جانے کہاں سے خوشی آگئی
 تمہیں دیکھ کر جب سے بخود ہوں میں
 میری زلیست میں اک خودی آگئی
 نہ وہ سن سکا میری رودادِ غم
 کہ پلکوں پہ اس کی غمی آگئی
 الہی بقاتو ہے کیا ماجرا
 مرا سہم میں کیسے کمی آگئی
 خدا کی خدائی ہے یہ دوستو
 خودی سے ہٹے بے خودی آگئی
 عنایت یہ حسن مجسم کی ہے
 بہت لذتِ میکشی آگئی
 ہے امجدِ ٹرپستِ امقدرِ مرا
 کہ چاہت میں اس کی کمی آگئی

میرے واسطے اب ستم بھی کرم ہے

مری زندگی کا یہی تو بھرم ہے

جوانی کسی کی ابھرنے لگی ہے

تبسم ہے ہوشوارق زلفوں میں خم ہے

کچھ اس طرح پھیلی ہے آنکھوں میں نفرت

محبت کی بو آج ہر دل میں کم ہے

تجھے دیکھنے کو ترستی ہیں آنکھیں

تو آئے خوشی ہے نہ آئے کرم ہے

بھلی بات بھی اب بری لگ رہی ہے

زمانے پہ چھایا عجب یہ ستم ہے

وہ طرزِ بیاں ان کا کیسے بیاں ہو

زباں ہے جو شیریں تو لہجہ میں دم ہے

کچھ اس طرح اتجد کٹی زندگانی

نہ کوئی خوشی ہے نہ اب کوئی غم ہے



حیات اس طرح سے سجائی گئی ہے
 ہر اک یاد دل میں بسائی گئی ہے
 یہ آنسو نہیں خون ہے اس جگر کا
 یہاں پر تو دنیا بسائی گئی ہے
 براگر نہ مانو تو اتنا بتا دو
 میری عمر کیسے گنوائی گئی ہے
 جلا کر مراد دل چیراغوں کی صورت
 شب غم کی رونق بڑھائی گئی ہے
 خدا جانے کیوں آرزوؤں کی بستی
 بسائی گئی ہے مٹائی گئی ہے
 نہیں سن سکا کوئی روداد و الفت
 بڑی مشکلوں سے سنائی گئی ہے
 یہ کیسا کرم ہے بتاؤ تو اجمد
 عجب چوٹ دل پر لگائی گئی ہے



جب سے نظر ملی ہے ہر لک غم گیا ہے

کاکل کے پیچ و خم میں سارا بھرم گیا ہے

دل سے جو آہ نکلی ساری فضا پہ پھیلی

بادل امنڈ امنڈ کے، وہ خود ہی تھم گیا ہے

راہیں ہزار نکلیں پھر بھی قدم کے تھے

ان کی گلی کی جانب اپنا قدم گیا ہے

دلیپیاں تو دیکھو زائد کی میکشی کی

ہر وقت میکدے میں کعبہ میں کم گیا ہے

اظہار درد ہی تھا آنسو جو آگئے تھے

بالیں یہ جب وہ آیات میر دم گیا ہے

بہتے ہوئے یہ آنسو رکتے تھلا کہاں تھے

جذبات کا یہ طوفان پلکوں پہ تھم گیا ہے

اک بار اس نے دیکھا ہم کو بشیر امجد

لگتا ہے دل کو ایسا جیسے بھرم گیا ہے



مقدر میں اب روشنی ہی کہاں ہے
 جہاں بھی گیا میں اندھیرا وہاں ہے
 ترے پیار میں جو بھی کھویا ہوا ہے
 ہر اک فرد اس سے سدا بدگماں ہے
 عجب کشمکش ہے عجب پیچ و خم ہے
 ملے راہ سید ہی یہ ممکن کہاں ہے
 ترے بعد دنیا میں اب کیا رہا ہے
 اگر ہے تو مٹی ہی بس اک تاشاں ہے
 ہماری محبت کی شہرت تو دیکھو
 زباں پر ہر اک کی یہی داستاں ہے
 پتہ ڈھونڈنے جب گیا اس گلی تک
 مکیں ہے نہ باقی نہ کوئی مکاں ہے
 بس اک غم ہے جس پہ زندہ ہے آج
 وگرنہ ہر اک سانس درد نہاں ہے

وعدے ان کے ہزار ہوتے ہیں
کب وہ الفت شمار ہوتے ہیں

تم کو احساس ہو تو بات بھی ہے

ہم تو تم پر شمار ہوتے ہیں

پارنائی تمہیں مبارک ہو

رند میں ہم شمار ہوتے ہیں

اشک بن کر وہ آنکھ سے ٹپکے

دل کے جو پہرہ دار ہوتے ہیں

جب بھی آتے ہیں قافلے غم کے

میرے دل کا شمار ہوتے ہیں

بس حقیقت ہی کام آتی ہے

ہم جو بے اختیار ہوتے ہیں

ان کو چھو لیں گے کس طرح آج

گل کے پلوں میں خار ہوتے ہیں

محبت کی دنیا بسا دینے والے
 لگا ہوں ملا کر سزا دینے والے
 مئے جام الفت پلا دینے والے
 غم عاشقی کا مزہ دینے والے
 وفاؤں کے بدلے جفا دینے والے
 بھری انجمن سے اٹھا دینے والے
 ذرا صبر کر لیتا جلدی ہی کیا تھی
 سردار مجھ کو چڑھا دینے والے
 سمجھ کر نہ مجھ کو تبا تو ملانا!

بلاؤں کو سر سے ملا دینے والے
 ذرا میرے غم کا مداوا بھی کرنا
 غم و وجہاں کو ہوا دینے والے
 زمانے نے تجھ کو بھی پتھر بنایا
 کسوٹی پہ سب کو لگا دینے والے

دعا کے بھروسہ پہ جیتے ہیں امجد - گئے ہیں کہاں وہ دعا دینے والے

تری آنکھوں کا نشہ ہے مرے پیمانے میں
 جو بھی ہونا تھا، وہ بس ہو گیا انجانے میں
 تری فیاضی کا شاید یہ اثر ہے ساقی
 تشنہ لب و وڑکے آنے لگے مینخانے میں
 کمسنی اور شرارت یہ تغافل کی قسم
 عمر ساری تو کٹی ہے تجھے سمجھانے میں
 تری دوری کی لگن آج تلک باقی ہے
 چین آیا نہ مجھے اب کسی ویرانے میں
 حسرت دید، غم دل، غم جاناں ہم دم
 کتنے اوصاف چھپے ہیں ترے دیوانے میں
 کب تلک غیر سے اظہار محبت ہوگا
 فیصلہ کچھ تو کرو تم، مجھے اپنانے میں
 اتنی پردہ حکایت تو نہ تھی اتحاد کی
 اہل دنیا نے بھرا رنگ اس افسانے میں

درد دل کچھ تو بڑھاتے جائے
 جاتے جاتے مسکراتے جائے
 کرب بنے بے حال کس کے رکھ دیا
 زخم پر مرہم لگاتے جائے
 گر سکون زندگی مقصود ہے
 عہد رفتہ کو بھلاتے جائے
 کانچ کا گھبر ہے ہے پیش نظر
 سوچ کر پتھر لگاتے جائے
 میکدے کا پاس رکھنا ہے اگر
 جام رندوں کو پلاتے جائے
 دشمنوں کا ذکر جانے دیجئے
 دوستوں کو آزماتے جائے
 کامیابی دوڑ کر پاس آئے گی
 غم میں امجد مسکراتے جائے



اس سے ملنے کا مجھے جب بھی خیال آتا ہے

دل میں درد اٹھتا ہے اور رنج و ملال آتا ہے

اس کے وعدے کی قسم آج وہ آئے گا ضرور

در کھلا رہنے دو، وہ ماہ جمال آتا ہے

نور کے ساتھ اندھیرا بھی لگا رہتا ہے

دوپہر ہوتے ہی سورج کو زوال آتا ہے

آشیاں کتنے جلائے ہیں ابھی تک اس نے

آج پھر کس لئے بجلی کو جلال آتا ہے

یہ مرا چاند ہے اس چاند کی کیا ہو تعریف

دیکھنے کو جسے چھپ چھپ کے ہلال آتا ہے

حسرت دیدنے مجبور کیا ہے جب سے

اس کے دیدار کا رہ کے خیال آتا ہے

جب بھی یاد اس کو سنا تی ہے ہماری آغجد

غم میں ڈوبا ہوا وہ خود بھی نڈھال آتا ہے

حوصلہ مندی کو اپنی آزمانا چاہیئے
ہو سکے تو غمِ کرب اپنا بنانا چاہیئے

زندگی میں لاکھ طوفاں ہوں حوادث ہوں مگر

غم کے سائے میں ہمیشہ مکرنا چاہیئے

جا تو سکتے ہیں مگر کس طرح جانگے وہاں

ان سے ملنے کے لئے کوئی بہانا چاہیئے

وقت کی تبدیلیوں نے کھو دیا سب کا بھرم

دوسروں سے پہلے خود کو آزمانا چاہیئے

انقلابوں نے کہاں پہنچا دیا انسان کو

اب تو خود کو بھی سمجھنے اک زمانہ چاہیئے

پیش آئے جو بھی آفت زندگی کی راہ میں

اپنے بس میں ہے اگر تو بھول جانا چاہیئے

ہے یہی امجدِ تقاضا و سعتِ اخلاق کا

اُس نے محفل میں بلایا ہے تو جانا چاہیئے



کوئی دل کا مکین بن گیا ہے
ہر نفس، آتشِ یقین بن گیا ہے

اُس کا خطا پائے اسطرح خوشیوں

اُس کا ملنا، یقین بن گیا ہے

جس کو چاہا ہے ہم نے پہنایا میں

وہ جس سے حسین بنا گیا ہے

کس کا نقشِ قدم ہے نہ جانے

میرا نقشِ جبین بن گیا ہے

چین اب تو کچھ آئے گا امجد

کوئی دل کا، نگین بن گیا ہے

اشک کیوں اس تدبہاتے ہیں
 راز یہ ہم تمہیں بتاتے ہیں
 جب بھی ہوتا ہے سامنا اُن کا
 جانے کیوں ہونٹ تھر تھرتے ہیں

چاندنی رات پھر حسین موسم
 آپ رہ رہ کے یاد آتے ہیں
 تابشِ حسن کا اثر ہے یہ
 اب ستارے بھی ٹمٹماتے ہیں

رعب ساقی نے کیا بجایا ہے
 جام ہاتھوں میں کپکپاتے ہیں
 میکشوں کا خلوص تو دیکھو
 سب ہی پیلتے ہیں اور پلاتے ہیں

کونسی عشق کی یہ منزل ہے
 ہر قدم پر وہ یاد آتے ہیں
 مصلحت یہ اُسی کی ہے محبہ
 کتنے آتے ہیں کتنے جاتے ہیں

حسّالِ دل میں تجھے سُناتا ہوں

یادِ پھر سے تجھے دلاتا ہوں

خود سے میں دور دور لگتا ہوں

اُن کو اپنے قریب پاتا ہوں

کیسے میں تجھے کو بھول سکتا ہوں

دل میں تجھے کو سدا بساتا ہوں

زلزلے حسّادِ ثے ہوں یا طوفاں

دل کے گوشے میں سب کو پاتا ہوں

ظلم سے ترے ہو گیا بےزار

پیارے کے پھر بھی گیت گاتا ہوں

ہوائے مجبوریوں محبت کی

غنم اٹھاتا ہوں، زخم کھاتا ہوں

یہ بھی تیرا کرم ہی ہے ساقی

بے پیئے میں جو کھڑکھڑاتا ہوں

وہ تو دیتا رہا قریبِ احب

جان کر میں قریب کھاتا ہوں

ترا پیار دل سے بھلایا نہ جائے
کسی دوسرے دل لگایا نہ جائے

کچھ اس طرح اُس نے زباں بند کی ہے
کہ افسانہ دل کا سنایا نہ جائے

میں آیا نہیں ہوں، بُلایا گیا ہے
بھری بزم سے یوں اُٹھایا نہ جائے

اک اپنی خوشی اور بھلائی کی خاطر
کسی اور کا دل دکھایا نہ جائے

اگر روشنی کی ضرورت ہے تم کو
پڑوسی کے گھر کو جلایا نہ جائے

اگر چاہتے ہو تم احسان کرنا
تو احسان کر کے بتایا نہ جائے

بھلا نا ہے اُس کو بھلا دیجئے محبت
نیا درد دل میں بسایا نہ جائے



دردِ دل کی داستاں کا ذکر کیا
 جس نے مر کر بھی نہ دیکھا آج تک
 کاہواں ملتا تو کوئی بات تھی
 بات کیجے اک نئی تعمیر کی
 عیش میں کیوں پھیرتے ہو ذکرِ غم
 شہرِ سارا جل کے خاکِ تر ہوا
 جب تہاں آستاں ہی چھٹ گیا
 رُخ نہ بدلے جو مزاجِ یار کا
 ظاہر و باطن ہمارا ایک ہے
 پیار ہیں آہ و فغاں کا ذکر کیا
 کیجیے اس مہرباں کا ذکر کیا
 صرف گردِ کارواں کا ذکر کیا
 جھلنے والے آشیاں کا ذکر کیا
 موسمِ گل میں خنزاں کا ذکر کیا
 اپنے بوسیدہ مکاں کا ذکر کیا
 پھر کسی کے آستاں کا ذکر کیا
 ایسے دردِ آئیناں کا ذکر کیا
 اختلافاتِ جہاں کا ذکر کیا

دور ہی محبہ یہ پُرا آشوب ہے

آج کل امن و امان کا ذکر کیا

جب بھی ملتے ہیں وہ بیتاب نظر آتے ہیں
اک نہ اک سوچ میں غرقاب نظر آتے ہیں

عہدِ ماضی کی روایات کہاں ہیں باقی
اگلے وقتوں کے کچھ احباب نظر آتے ہیں

فکرِ روزی میں غریبوں کی سحر ہوتی ہے
اہلِ زر غرقِ مئے ناب نظر آتے ہیں

ہم نے طوفاں کو تباہی کا سبب سمجھا تھا
اب تو ساحل پہ بھی گرداب نظر آتے ہیں

انقلابات نے ہر چیز بدل دی لیکن
میکدے کے وہی آداب نظر آتے ہیں

تلخیاں، حادثے، آلام و مصائب، فتنے
زندگی کے یہی اسباب نظر آتے ہیں

دل کی تسکین کی صورت نہیں کوئی امجد
گذری یادوں کے کبھی خواب نظر آتے ہیں